

سرودِ رفتہ

سیفو

عبدالعزیز خالد

مطبوعات

پہلی بار : جولائی ۱۹۵۹

ناشر : مطبوعات مشرق، ہرمزجی اسٹریٹ، کراچی

طابع : ایسٹ پریس ، کراچی

ذکر اس پری وش کا

۱

افلاطون : بعض کہتے ہیں کہ میوز نو ہیں، لیکن انھیں غور کرنا چاہئے، لیسبوس کی سیفو کو دیکھو، وہ دسواں میوز ہے۔

سقراط : حسین سیفو ....

ارسطو : اگرچہ وہ عورت تھی، مگر مٹی لین کے ساکنوں نے اس کی قدر و منزلت کی۔

اینٹی پیٹر : نیموسین (میوزوں کی ماں) شہد جیسی آواز والی سیفو کو سن کر حیران رہ گئی اور سوچنے لگی کیا نوع انسانی کے پاس کوئی دسواں میوز بھی ہے۔

پینی ٹس : اس کے حکیمانہ اقوال لافانی ہیں

نوسز (ایک ہمعصر شاعرہ) : سیفو کی سندرتا کا تیز شعلہ ....

پلوطارک : سیفو کے نغمات میں قاری کو مسحور و متحیر کرنے کے کیسے کیسے سامان ہیں !

اساطوریئس : سیفو کے الفاظ آتشیں ہیں، وہ اس سوز و تپش، اس اضطراب مقدس، اس آتش نفسی کا اظہار اپنے اشعار میں کرتی ہے جس نے اس کے دل کو آتشکدہ بنا رکھا ہے۔ فلو کسی نس کے الفاظ میں وہ محبت کی جراحت کا اندمال میوز کی نغمگی سے کرتی ہے۔

هوریس : وہ عشق زندہ ہے، وہ شعلہ تابندہ ہے جسے ایٹولیا کی مطربہ نے پردۂ ساز کے سپرد کیا۔

تولیئس لاریئس : متی لین کی مغنیہ کو مردہ نہ کہو، ایسا کوئی دن طلوع نہ ہوگا جس میں نغمہ سنج سیفو کا نام روشن نہ ہو۔

بائرن : یونان کے جزیرے ! یونان کے جزیرے !
عشق و وفا کے جس جا سیفو نے گیت گائے !

زمانۂ قدیم کی سب سے بڑی شاعرہ سیفو، لیسبوس کے شہر متی لین میں غالباً ۶۱۲ ق - م میں پیدا ہوئی۔ اس کی تاریخ وفات کا تعین نہیں ہوسکا لیکن اس کی نظموں سے مترشح ہوتا ہے کہ اس وقت اس کی عمر پچاس سے اوپر ہی ہوگی۔

حسن پرست یونانی سیفو کی شاعری کو اسی تقدیس کی



نگاہ سے دیکھتے تھے، جس سے ھیلن کے جسمانی حسن کو، دونوں عورتوں کو انھوں نے فوق البشر مان کر قابل پرستش ٹھہرایا۔

اسکندریہ کے کتب خانے کی آتشزدگی کے بعد، غالباً تاریخ انسانی کا سب سے بڑا ادبی اور فنی المیہ، سیفو کے اکثر و بیشتر کلام کا تلف ھوجانا ہے۔ اس کا زیادہ حصہ تو گیارھویں صدی عیسوی میں ظاھر پرست عیسائیوں کے مذھبی جنون کی نذر ھوا، جسے انھوں نے مخرب اخلاق سمجھ کر برباد کردینا کار ثواب جانا۔

سیفو نے موسیقی کا ایک اسکول کھول رکھا تھا۔ جس میں رقص و شعر کی تعلیم بھی دی جاتی تھی۔ ان نظموں سے جو اس نے اپنی ندیموں اور شاگردوں مثلاً عطیس، انکطوریا (نکطور) گنگیلہ اور ڈیسا وغیرہ کے نام لکھیں، اس اکادمی کی طرف جا بجا اشارہ پایا جاتا ہے۔ اور اس کی حریف معلمات اندروسدہ اور گرگو پر طنز ملیح بھی۔

سیفو کی شادی اندروس کے ایک امیر کبیر تاجر سرکلاس سے ھوئی تھی۔ اس نے اپنی بیٹی کا نام اپنی ماں کے نام پر کلیئس رکھا تھا۔ سیاسی انتشار کی وجہ سے ۵۹۱—۶۰۰ ق۔م کے درمیان سیفو کو دوبار سسلی میں جلاوطن بھی ھونا پڑا۔



سیفو کے تین بھائی تھے۔ وہ اپنے بھائی سیپرس کے سٹی لین کے ٹاؤن ہال میں شراب پلانے کی تعریف کرتی ہے۔ کیونکہ اس زمانے میں دستور تھا کہ امرا کے لڑکے ساقی گری کی خدمت انجام دیں۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ سیفو کے گھرانے کا معززین میں شمار ہوتا تھا۔ اس کی نفاست و نجابت کی تو اس کی نظمیں گواہ ہیں۔ دوسرا بھائی شراب کی تجارت کرتا تھا۔ اور اس سلسلے میں اس کے ایک مشہور مصری طوائف رڈھوپوس، — گلابی چشم — دریشہ سے تعلقات پیدا ہو گئے، جن کی سیفو نے بہت شدت سے مزمت کی ہے۔

اس کی ظاہری شکل و شباہت کے متعلق سکولیئسٹ لکھتا ہے: جسمانی طور پر سیفو کچھ ایسی خوش قسمت نہ تھی۔ وہ پست قامت اور مشکفام تھی۔ ایک ایسی بلبل کی طرح جس کے منحنی جسم پر بدنما بال و پر آگے ہوئے ہوں۔

لیکن کوتاہ و سیاہ فام ہونا بدصورتی کو مستلزم نہیں:

اے یروشیلم کی بیٹیو!
میں سیاہ فام لیکن خوبصورت ہوں
قیدار کے خیموں
اور سلیمان کے پردوں کی مانند!

—زبور، نشیدالانشاد۔

سون برن نے اس بیان کو یوں ڈھال دیا:

ع مشک اندام و کوتہ قد زن لسبی کی رعنائی!

اس کے قد کا مختصر ہونا تو ایک لحاظ سے بطور رقّاصہ اس کے حق میں مفید معلوم ہوتا ہے کیونکہ آج بھی یہ معلوم خاص و عام ہے کہ ایک عمدہ رقّاصہ کے لئے سبک و مختصر ہونا اشد ضروری ہے۔

سوئیدس، المعجم میں رقمطراز ہے: اس نے غنائی نظموں کی نو کتابیں لکھیں، آلات موسیقی میں بھی اس نے ایجاد و اختراع سے کام لیا۔ ایک بیس تاروں والے بربط کی ایجاد اس سے منسوب کی جاتی ہے۔

سیفو کی شاعری میں اس بات کی وافر شہادت موجود ہے کہ اس کی دلبستگی اپنی سہیلیوں اور شاگردوں کے ساتھ بالکل معصوم اور یونانی مذہب کی روح کے عین مطابق تھی۔ لیکن سوء اتفاق سے لفظ ہیترائی جو سیفو کے دنوں میں انیس و جلیس کے معنوں میں مستعمل تھا بعد میں شاہدبازاری کے معنی دینے لگا اور یہیں سے ان سب روایتوں کی داغ بیل پڑی جن سے سیفو کے دامن کو داغدار بنانے اور دکھانے کی کوشش کی جاتی ہے اور اس کی عیش پرستیوں کی رنگین و لذیذ داستانیں اخذ و وضع کی جاتی ہیں۔

بدقسمتی سے لیسبوس میں دو سیفو تھیں، دوسری سیفو ایک ڈیرے دار طوائف تھی۔ اسے موسیقی میں بھی دخل تھا اور شعر بھی کہتی تھی۔ یونانی مصنف اس بارے میں قطعی واضح ہیں: سوئیدس، المعجم میں:

(دوسری سیفو کی ذیل میں) ـ مٹی لین کی رہنے والی، موسیقار، اس نے فاؤن کے عشق میں لیوکیڈیا کی چٹان سے سمندر میں کود کر جان دی ۔ بہت سے لوگ کہتے ہیں کہ وہ غنائی شاعرہ بھی تھی ۔

(فاؤن کی ذیل میں) مشہور ہے کہ اکثر عورتیں اس پر مرتی تھیں، ان میں سیفو بھی تھی ۔ شاعرہ نہیں بلکہ دوسری کسبی ۔

اٹے نیئس، نمفس کی کتاب ایشیا کے گرد سفر کے حوالے سے لکھتا ھے :

کریسس کی کسبی کا، جو دوسری سیفو کی ھمنام اور صاحب جمال فاؤن کی عاشق تھی، کافی شہرہ تھا ۔

سیفو، ایئولی بولی میں متنوع بحروں میں لکھتی تھی ۔ جن میں سے ایک کا نام سیفوئی استنزہ ھے ۔

اس نے بعد کے آنے والے شعرا خصوصاً کیٹولس (لاطینی شاعر ۸۷—۵۴ ق۔م) ھوریس (لاطینی شاعر ۶۵—۸ ق۔م) اووڈ (لاطینی شاعر ۴۳ ق۔م—۱۸ء) اور سون برن (انگریزی شاعر ۱۸۳۷—۱۹۰۹ء) کو بہت متاثر کیا ۔ اس کے اشعار خالص تغزل کی کلاسیکی مثال ھیں ۔

سیفو کی شاعری جتنی محدود ھے اتنی ھی گہری ھے ۔ اس کا واحد موضوع عشق ھے اس کی نظمیں بقول ملیگر : مختصر ھیں ——— مگر گلاب کے پھول !

گل نغمہ



۱

الہام حقیقی نے کیا ہے جنہیں تخلیق
کرتی ہوں ان الفاظ سے تحریر کا آغاز
ہو تا کہ مرا شعر طرب خیز و فسوں ساز !

۲

زمزمہ و معنی کی، دیویوں[1] نے فرمائی
میری عزت افزائی اور یہ ہنر بخشا !



۳

نارنجی ، سیمگوں ، سنہری

رنگ و رامش کی دیویوں نے

دے کر مجھے پر بہار تحفہ

احساس نشاط بیکراں کا

آہستہ سے ہاتھ میں تھمایا

پروانہ بقائے جاوداں کا !

۴

اے گلابی بازوؤں والی

زیئس کی بیٹیو !

سادہ و پرکار ثالوث الجمال

آؤ میرے گھر قدم رنجہ کرو !

۵

اے مہکتے گیسوؤں والی

ادب کی دیویو !

شوخ و سنجیدہ عروسان جمال

آؤ مجھ کو درس سوز و ساز دو !



٦

ہم صفحہٴ ہستی سے کبھی مٹ نہ سکیں گے
رشتہ ہے شہیدوں سے حیات ابدی کا
آتی ہے صدا پچھلے پہر چرخ بریں سے
کوئی نہ کوئی تم کو سدا یاد کرے گا!

٧

مٹائے وقت نے حسن یقیں کے بتخانے
دئے فریب خودی کو ذہول و نسیاں نے
سرائے دھر میں اے طالب بقائے دوام
ہے معتبر فقط اندازہٴ رجال کرام!

٨

آ کے اے میرے بربط پر فن
بولتی، جیتی جاگتی شے بن!



۹

اے بنت زئیس، حسن مجسم زهره!
فردوس شمائل و جنت جلوه
قوس قزحی تخت په زینت گستر
اے ناز و ادا، سحر و فسوں سرتاپا!
اس پیت کی ماری کو، بیچاری کو
برباد نه کر، اب اور ناشاد نه کر!

پہلے بھی تو اک بار، مری سن کے پکار
تو چھوڑ کے بابل کے محلات بریں
اورنگ نشیں با صد شان و تمکیں
جگمگ جھلمل سنہری رتھ گاڑی میں
جس کو سمن اندام کبوتر کھینچیں
ایتھر میں نظر تاب طرارے بھرتی
صدیوں کا سفر پل بھر میں طے کرتی
دکھیاری کی امداد کو آ پہنچی تھی!

آنکھوں میں محبت تھی، تبسم لب پر
پاس آ کے کیا رس بھرے لہجے میں خطاب
اے شاعره کیوں تو نے بلایا مجھ کو؟
مغموم ھیں کیوں عارض میگوں کے گلاب؟
کس راز کی غماز ھے یه چین جبیں؟



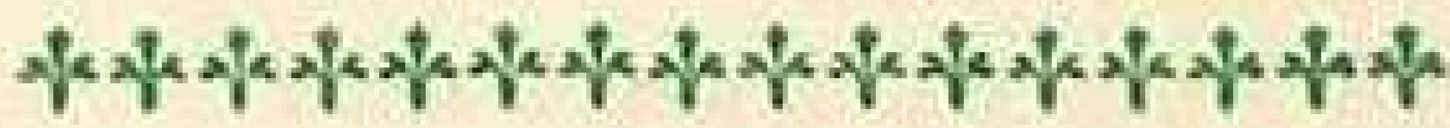
پر ہے خس و خاشاک سے کیوں پھول زمیں
کیوں دھوم مچاتا ہے دل خانہ خراب ؟
کس شوخ نے دکھ تجھ کو دیا ہے سیفو ؟
وہ کونسی مغرور حسینہ ہے بتا
جو تیری محبت کی روادار نہیں ؟
نومید نہ ہو، غم نہ کر، آنسو نہ بہا
شیشے میں پری اترے گی بت بولے گا
چاہے کہ نہ چاہے وہ تجھے چاہے گی
ہے کونسا معشوق جو عاشق نہ ہوا ؟
شعروں پہ ترے سر وہ دھنے گی پہروں
نس نس میں سمائے گا ترنم تیرا
تحفے ترے اس وقت جو ٹھکراتی ہے
وہ دن ہیں قریب جب وہی پیکر ناز
قدموں پہ ترے دھرے گی گلہائے نیاز
منشا دل مشتاق کا پورا ہوگا !

آ، آج بھی اس دن کی طرح اے دیوی !
آ اور مجھے یاس کے زنداں سے نکال
پازیب کی جھنکار ہو پیغام وصال
آئینۂ خاطر سے دھلے گرد ملال
اے مالکۂ حسن و خداوند جمال !
بن آ کے مری ——
قافلہ سالار خیال !



۱۰

اس خوش نصیب کو میں سمجھتی ہوں دیوتا
جو باریاب ہو کے حریم وصال میں
نقش و نگار ناز کو جی بھر کے دیکھتا
لبہائے دلنواز کے سنتا ہے زمزمے
لہجے کی مرکیوں میں گھلاوٹ وہ شہد کی
آنکھوں میں ناچتی ہے ہنسی جو دبی دبی
اس نامراد دل میں لگاتی ہے آگ سی
پل بھر جو تیرے روئے نگاریں کو دیکھ لوں
سینے میں ولولے بھڑک اٹھتے ہیں گونہ گوں
آواز گھٹ سی جاتی ہے محراب نطق میں
کس منہ سے ماجرائے دل مبتلا کہوں!
کیا طاقت سخن کسی گم کردہ ہوش کو!
آنکھوں کے آگے ملگجے سائے سے آئیں جائیں
کانوں میں گونجے سرمئی لہروں کی سائیں سائیں
اس حال میں خیال کسے تن بدن کا ہو
پنڈا تمام سوز دروں سے عرق عرق
دکھتا ہے جوڑ جوڑ جگر شق ہے چہرہ فق
برگ گیاہ زرد و خزاں دیدہ کی طرح



پژمردہ ہے مزاج ، طبیعت ملی دلی
دل میں مچی ہے رشک و رقابت کی کھلبلی
تپتا ہے جسم شعلۂ جوالہ کی طرح
بڑھتی ہے اور حبس و حرارت سے بے کلی
اے نوبہار ناز ، رہے تو سدا سہاگ !
اس مست کو تو لغزش مستانہ لے چلی !

۱۱

پریم نگر میں مجھ سے بڑھ کر کس سے تمہیں ہے پیار؟
(پیا ہم سے سیاں ہم سے انوکھی کون سی نار؟)

۱۲

تری آرزو ہے تری جستجو ہے !

۱۳

اے دلارام خانہ برانداز
کررہی ہوں تری طرف پرواز!



۱۴

جیسے وحشت ناک تھپیڑے
طوفان باد و باراں کے
امڈ گھمڈ کے هله کر کے
بلوط کے اونچے پیڑوں کو
کر دیتے هیں تنکے تنکے
جان کے کوئی نربل کونپل
عشق نے ایسے هی میرے
دل میں مچا رکھی هے هلچل !

۱۵

الکیاس : اے پیکر عصمت ، متبسم سیفو
ریحاں نفس و لاله رخ و سنبل مو !
آتے هیں سخن نوک زباں پر کیا کیا !
هونٹوں کو مگر جرأت اظہار نہیں!

سیفو : اے نغز بیاں ! کیوں لب گفتار نہیں ؟
گر دل میں نہیں چور تو خدشه کیسا ؟
جھکتی نہیں آنکھیں اگر اجلا هو ضمیر
آتی هے جھجک هو بات اگر نازیبا !

١٦

بدر ابھرا
کھڑی ہو گئیں
نوجوان لڑکیاں
باندھ کر
حلقہ
محراب ہیکل کے گرد !

١٧

اگلے وقتوں سے قریطی کنواریاں
لہلہاتی گھاس کو پیروں تلے
کیف میں ڈوبی، مسلتیں روندتیں
رقص کرتی آئی ہیں ہیکل کے گرد !
ناز و نشہ سے تھرکتا انگ انگ
چلبلے الھڑپنے کے رنگ ڈھنگ
پائلیں رن جھن چھنکتی پاؤں میں
بربط و مردنگ و طنبورہ کے سنگ
جیسے سونے پر سہاگا، جیسے میدے میں شہاب
یہ حسیں شمشاد قد، خورشید خد، نسریں شباب
رقص کرتی آئی ہیں ہیکل کے گرد !

۱۸

انگبیں آواز عذراؤں کے نام !

۱۹

میں یہ نغمے گاؤں گی
اب اک البیلی انوکھی طرز سے
تا کہ وہ سرو و سمن مسرور ہوں
جو رفیق کار ہیں میری
تلاش حسن میں!

۲۰

سیپرس آ
انجمن میں آ کے کر ساقی گری
مے پلا
بھر بھر کے
نازک خوبصورت آبگینے
جام سونے کے ، سبو بلور کے
اپنی سکھیوں کو ، مری ہمجولیوں کو
جیسے یہ مختوم مے نکتار ہو!

۲۱

گرچہ جمہور کے نزدیک ہے معراج جمال

شہسواروں کی تگ وتاز بوقت جولاں

صف ہیجا میں جوانان دلاور کا خرام

تند موجوں پہ سفینوں کے پھسلنے کا سماں

میں تو کہتی ہوں کہ حیرت کدۂ عالم میں

در خور ذکر و تمنا ہے فقط عشق بتاں

جو سما جائے نگاہوں میں وہی سادہ ورق

ہے گل سرسبد باغ و بہار دوراں

ہے مثال اس کی ارم زاد ہلینا جس کا

آج بھی مملکت حسن میں سکہ ہے رواں

چمنستان ٹرائے کو اجاڑا جس نے

بنی اس شخص کی خاطر وہ سراپا بستاں

نہ عناں گیر ہوا عزت آبا کا خیال

پاس دختر، نہ گئے وقت کا کوئی پیماں

طرفہ ایجاد ہے کیسی ملکہ قبرص کی!

نوشدارو کو بناتی ہے ہلاہل ساماں

سینے سپنوں سے دمکتے ہیں، بدن مستی سے
نوعروسان جواں ہوتی ہیں نار سوزاں
جذبۂ شوق سے دل ان کے تلون شیوہ
جس طرح میں غم نکطور سیں وقف حرماں
دے گئی داغ جدائی وہ ملیحہ جب سے
زندگی میری ہے مانند اطاق ویراں
آنکھ مدھ ماتی، کمر رس بھری، چال اٹھکیلی
کاکلیں مشک بسی، دوش پہ غلطاں پیچاں
لیڈیا کی رتھیں چمکیلی ہیں لیکن ان میں
کیفیت اس رخ مخمور و منور کی کہاں؟
مجھ پہ آئینہ ہے انجام تمنائے نشاط
دل سے جاتی نہیں لیکن ہوس رطل گراں
پاؤں میں حلقۂ زنجیر مگر سینے میں
کرن امید کی ہے صبح شکست زنداں
عیش رفتہ کا تقاضا نہ سہی، ذکر تو ہو
بے زری گنج شہیداں سے سجاتی ہے دکاں
ہے عجب اس میں شفا، کیوں نہ کرے ہجرزدہ
یاد ایام کے یاقوت کو حرز دل و جاں!

۲۲

اس انیلی نار کے گن گاؤ گانے والیو
سیم دست افشار کی مانند جس کا دودھیا
رسمسا سینہ رسیلا ہے بنفشے کی طرح !

۲۳

میں نے کہا
اے بیگمو !
یاد آئیں گے ، تڑپائیں گے ، دوران پیری میں تمہیں
وہ خوبصورت ، روشن و دلچسپ کام
مل جل کے جو
عہد جوانی میں دئے
انجام ہم نے صبح و شام !
کیسا سہانا وہ زمانہ تھا اہا !
رنگینی و خیر و سعادت سے بھرا
معمور تھیں خوشیوں سے دل کی وادیاں
ٹہلیں چمن میں جس طرح شہزادیاں
اور اس سمے جب ہو رہی ہو تم وداع
حسرت گڑوتی ہے کلیجے میں نکیلے تیز دانت
تڑپا رہی ہے یاد یار مہرباں
دشوار ہے کتنا فراق دوستاں !
آہ اے معاش عاشقاں !
اے روزگار خستگاں !

۲۴

بکھرتی ہے نگاہ شوق تیرے روئے زیبا پر
تو خال و خد سے ہوتا ہے جھمکڑا آشکار ایسا
که دیکھے تو کٹے هرمین کا حسن ضیا گستر
کہاں تیرے مقابل سر اٹھائیں فانی ابلائیں
تجھے میں سرخی مائل بھورے بالوں والی هیلن سے
بہت ڈرتے جھجکتے اے صنم تشبیه دیتی هوں
مبادا تیری رعنائی کا عالم اس سے هو بڑھ کر
دماغ و دل کو تیری بارگاه میں بھینٹ کرتی هوں
حساب بیش و کم سے ماورا ہے عاشق مضطر
کوئی اترے تو دل دریا سمندر سے بھی گہرا ہے
صدف ہے سینۂ صافی ، فغان آرزو گوهر !

۲۵

اے روشنیٔ دیدۂ حیران لوٹ آ!
ویران ہے دل ذهن پریشاں لوٹ آ!
اے سرخ کلی گلاب کی گنگیله
در بر کئے دودھیا بے داغ قبا



مہمان بہار و پیکر محبوبی
اے شعلۂ گل ، ماہ سپہر خوبی
پیراہن کی طرح ترے چاروں اور
شوق دل بیتاب ، برنگ قمری
اے سروسہی ، محو پرافشانی ہے !
لیتی ہے مزے چشم تصور اکثر
بند رپہ تجھے دیکھ کے سرمست خرام
کہتا ہے خوش آمدید چھوتا ہے قدم
سینے کی کمیں گہ میں دھڑکتا ہوا دل !

اعجاز تخیل کی بدولت جلوے
ہیں پیش نظر جاگتے سوتے کیا کیا
اک عرصہ ہوا میں نے شکایت کی تھی
قبرص میں جو پیدا ہوئی اس دیوی کی
لیکن وہ سراسر مری نادانی تھی
اس بات پہ اے کاش وہ ناراض نہ ہو
ارمان ہے اتنا دل نالندہ کا
جلوہ نظر آئے روئے تابندہ کا
اس شاہد رعنا ، بت زیبندہ کا
ہو وصل میسر پھر جو ہو سو ہو!

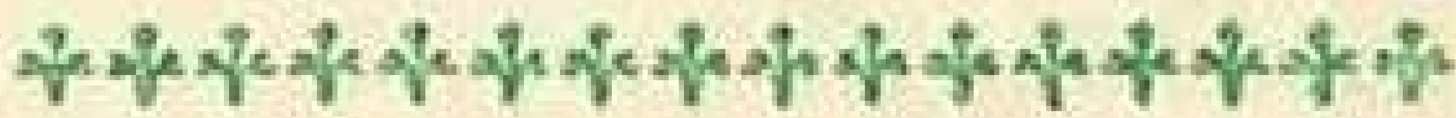


۳۶

لیکن سندر ، سڈول ڈیسا !
کیا سونف کی تازہ کونپلوں سے
اپنی زلفوں کو باندھتی ہو
مہندی لگی نازک انگلیوں سے ؟
اس بات کو جان من نہ بھولو
کرتی ہیں شگفتگی کی پریاں
پیار ان سے جو پھول والیاں ہوں
جن کے جوڑے ہوں سونے سونے
رہتی ہیں وہ دور دور ان سے !

۳۷

بے شک تم نے ابھی مرے گھر آکر
مسحور کیا تھا اپنے گانے سے مجھے
آئی ہوں اسی کشش سے ہو کر مجبور
بذلہ سنجی کا امتحاں ہے منظور
آؤ آؤ کہ نا مناسب ہے حیا !
حسن نظر افروز کی دکھلاؤ ادا !



اے موہنی مورت ! اے سندر صورت !
وہ پھول ھی کیا جو کہ تمہیں سر نہ چڑھے
معلوم ھے تم کو اک پرستار کے ھاتھ
ھوں میں بھی ھمرکاب رہوار بہار
جلد اپنی خواصوں کو کہیں بھیج چکو!
رکھا ھے بچا بچا کے طالع نے جسے
وہ گنج طرب کاش مجھے حاصل ھو !

۲۸

پہلوئے دوستدار کا ، عیش تمہیں نصیب ھو !

۲۹

اس گل اندام ناز پرور نے
خوب اچھی طرح لپیٹ لیا
اپنے جسم نفیس و نازک کو
اون کے نرم گرم جامے میں!

۳۰

میں نے دیکھی ایک دن
پھول چنتی
اک غضب کی سانوری !



۳۱

مرگ نینی ، ہنس روپی گوریو !
اس پرستار بہار حسن کا
ھے وھی میلان ذھن و جذب دل
شاد باش اے عشق خوش سودائے ما !
تو نے بخشا کیا مزاج معتدل !

۳۲

تم آگئیں ، میں کیسے شکریہ ادا کروں
یہ قلب ناصبور کب سے بیقرار تھا
اور اب تو شعلہ شوق تابناک کا
ھوا بھڑک کے کوہ نار ھو بہو
نہاں ھے قربت جمال میں عجیب آگ سی
کہ جس طرح شرار بافتہ حریر سنگ ھو
یہ انتعاش ھے کہ التہاب ھے
یہ اہتزاز ھے کہ اضطراب ھے
ترانہ لب پہ ھے خوش آمدید کا
نہ صرف ایک عہد مختصر کے واسطے
کہ جس قدر طویل تھا زمانہ ہجر کا
مگر ھمیشہ کے لئے ، ھمیشہ کے لئے
خوش امدید کہ رھی ھے کیا نگاہ ، کیا زباں
نشاطئ سپاس ھے رؤاں رؤاں !

۳۳

یہ کون گنوار اجڈ عورت
بھڑ بھونجوں سی صدری پہنے
ترے ہوش وحواس پہ حاوی ہے ؟
تو سدا جس کے گن گاتی ہے
اس کو تو یہ بھی سلیقہ نہیں
کہ کم از کم ڈھانپ لے ٹخنوں کو
اپنے بوسیدہ کپڑوں سے !

۳۴

لیکن آؤ نغمہ بار
ستارو ، اس سعد سمے
راگ رنگ ختم کریں !
صبح ہونے والی ہے !

تم یہ کہہ کر بیٹھو، توہین کرتی ہو
پراسرار آگہی کی دیویوں کے
خوبصورت ارمغانوں کی :

تجھے
پہنائیں گے ہم تاج اے پدماوتی

سیفو

تری آواز ہے سحر حلال
تو ہے ملکہ مطربان نغز کی :
تم کو آگاھی نہیں اس بات کی
میری زلفیں جن کا دھوون تھا سیاھی رات کی
آج یوں لگتی ھیں جیسے چودھویں کی چاندنی
کہہ چکے ھیں دانت منھ کو خیرباد
ھونٹ سیٹھے پڑ گئے روڑھا ھوا روئے ملیح
لوچ وہ گھٹنوں میں ہے ناانگ میں ہے وہ لچک
خواب بن کر رہ گئی آئینہ بندی شوق کی
شیب سے لیکن، کہاں، کس کو، گریز؟
خود خدا بھی عاجز و ناچار ہے
وقت کے سنگین کجدار و مریز



خم نہیں ہوتے کسی کے واسطے
اس زمانے کا یہی دستور ہے
رات کرتی ہے تعاقب صبح کا
روشنی کی دو گھڑی رونق کے بعد
پھیل جاتا ہے اندھیرا چار کھونٹ
زندگی کو زیر کرتی ہے اجل
زندہ اشیا کو نگل جاتی ہے موت
اور جیسے اس نے خود واپس نہ کی
ارفیئس کو اس کی پیاری استری
قابو پالیتا ہے جس عورت پہ بھی
پھر کبھی اس کو رہا کرتا نہیں
گو اسے شوہر کی سنگت میں دو پل
رخصت جولانی و نغمہ بھی دے
عین ہنگام عروج سرخوشی
ٹوٹ جاتی ہے سریلی بانسری
کتنی ارزاں و گراں ہے زندگی !
اک سرود پر فغاں ہے زندگی !

بات میری اب سنو تم غور سے
عشق ہے اس قلب لذت کوش کو



صاف ستھرے طرز بود و باش سے
تین چیزوں سے محبت ہے مجھے
روشنی سے حسن سے اور دھوپ سے
یہ سہارا ہیں مرا تم جان لو
زندگی کے ہر برن ہر روپ سے
مجھ کو یکساں والہانہ پیار ہے
موت کا اک دن معین ہے تو پھر
کیوں کڑھیں، کلپائیں، واویلا کریں؟
نازنینو! اپنی بزم ناز میں
مجھ کوجانو تم دل و جاں سے شریک
یہ محبت، یہ لگن، یہ آرزو
اور کیا مانگے گی میری آرزو!
ہے یہی دنیا، یہی عقبیٰ مجھے!

(ب)

جا چھپیں تم لڑکیو
لارل کے موٹے پیڑ کے پیچھے
مرے ڈر سے
یہاں سے کل جو گزری
شہر کو جاتے ہوئے
اور اچانک دیکھ کر یہ جمگھٹا
میری آنکھوں میں نشہ سا چھا گیا

اس نظارے کو میں غٹ غٹ پی گئی
راہ چلتے آب حیواں مل گیا
ساتھ کی سب عورتوں کے واسطے
میں اچانک گونگی بہری بن گئی
چھا گئی مجھ پر کچھ ایسی محویت
کان فرط بے خودی سے سن ہوئے
اور میری روح ، میری یار غار
چھوڑ کر حیران و مست و بے حواس
کر گئی پرواز میرے پاس سے
کیسا عالم تھا نشاط و نور کا !

مجھ کو لائی ہیں یہی باتیں یہاں
حسن کی بٹتی ہیں سوغاتیں یہاں
ہیں سلونی سانولی گھاتیں یہاں
لیکن اے مٹیارو مجھ کو دیکھ کر
اک جھپا کے میں ہوئیں روپوش تم
پھر بھی دروازے سے میں نے پا ہی لی
اک جھلک اس جلوۂ رم خوردہ کی
تنگ پوشاکیں ۔ گلابی ، سر دئی
اگرئی ، اودی ، شہابی ، چمپئ
سنسناتے پھڑ پھڑاتے پیرہن
جو مجرد ان تنان نرم کے
آشنائے راز ہونے کے سبب
کر گئے مجھ کو شناسائے طرب
بے نشاط انگیزیٔ بنت عنب !

۳۶

مری باهنر عزیزو
نہیں احتمال مجھ کو
کہ کبھی کوئی حسینہ
جو ضیائے مہر دیکھے
طلب کمال فن میں
کبھی بڑھ سکے گی تم سے!

۳۷

میں نے سبک پا، بطل غیارہ پر کیا کیا نہ ریاض کیا!

۳۸

ناسدیقہ بڑھ کر ہے
قامت و شمائل میں
نازنیں گرینو سے!

۳۹

اس کمبخت پہ لعنت ڈالو
میں بیزار ہوں گرگو سے!

۴۰

نسدن تھا تری یاد میں دل شعر نویس
عرصہ ہوا تجھ سے مجھے الفت تھی عطیس
اے روئے تو خوش وہ بھی زمانہ تھا کوئی
تھی میں بھی ابھی نام خدا کھلتی کلی
اور تو بھی کسی میوۂ نارس کی طرح
جس پر نہ پڑی ہو ابھی گلچیں کی نگاہ!

۴۱

سیفو، مجھے سوگند تو اب کے جو نہ آئی
میں تیری محبت کا کبھی دم نہ بھروں گی
کب تک شب دیجور کا آفاق پہ غلبہ
کر منتشر اے شمس منیر اپنی تجلی!
وہ تاروں بھری رین گگن سے ہوئی رخصت
اٹھ پھولوں بسی سیج سے اے نیند کی ماتی
پیراھن شب خوابی تجھ کو نہیں زیبا
سوسن کی طرح تو تو ھے بے داغ و منزہ
پانی میں- اتر چشمے میں کر جلوہ نمائی
دیودار کے صندوق سے لائے گی کلیئس

کیسر کی قمیص اور قبا بادلہ رنگی
جلباب گلابی وہ کلی تجھ کو اڑھا کر
پھولوں کا مکٹ سر پہ تکلف سے دھرے گی
تالاب سے اس شان سے تو ہوگی برآمد
وحشت دل بیتاب کی کچھ اور بڑھے گی

اخروٹ، پر کسینہ ہمارے لئے بھونو
عمدہ سی ضیافت ہو نگاران جواں کی
دیوتاؤں نے یہ چیزیں ہمیں کی ہیں عنایت
ہے بسکہ پسندیدہ خوئے شکر و سخاوت
تالیف قلوب متألم میں ہو ساعی
شاید ہو اسی حیلے سے کم درد جدائی

سیفو نے جو دنیا میں ہے سر آمد خوباں
یہ قول دیا ہے ہمیں لوٹے گی یقینی
وہ آج مٹی لین کے اس شہر حسیں کو
جس کے گلی کوچوں میں بتائی ہے جوانی
اس باغ میں پھر غنچۂ امید کھلے گا
وہ مادر مشفق کی طرح ہم میں رہے گی
کیا ہوگئیں تم کو یہ حکایات فراموش
دھن جن میں ہے اب تک شب رفتہ کی سمائی؟

کس حال میں ہوتی ہے بسر پیاری عطیس آج
اس نغمۂ دوشیں کی کبھی یاد بھی آئی؟

نظر آئے گا کبھی اب نہ مجھے روئے عطیس
عیش برباد ہے اب جینے میں کیا رکھا ہے ؟
اس ستمگر نے بچھڑتے سمے رو رو کے کہا
کن بلاؤں سے ہمیں پڑتا ہے سیفو پالا
آہ کیا با دل ناخواستہ ہوتی ہوں وداع
میں نے اس شاہد شیریں سے جواباً یہ کہا
جاؤ تم خیر سے مجھ کو نہ بھلانا لیکن
جانتی ہو کہ نہیں تاب جدائی مجھ کو
رابطہ ہم میں محبت کا بہت گہرا ہے
تم جو بھولوگی اجاگر میں کروں گی اس کو
دور رفتہ کی طربناک و حسیں یادوں سے
یاد ایاسے کہ تھیں سرخوش صہبائے شباب
ہر نظر جلوۂ گل ، ہر نفس آواز رباب
ہم سے لیتے تھے سبق ، تازہ نوایان خیال
ہم سا ہوگا نہ کوئی دل زدۂ ذوق جمال
ہم نے کیا کیا نہ لئے نکہت ونزہت کے مزے
یاد آتا ہے مجھے بات ہو جیسے کل کی
اپنی زلفوں میں مرے پاس ہی بیٹھے بیٹھے
تم نے لٹکائے گلاب اور بنفشے کے جو پھول
اس گل انداز گندھاوٹ پہ دل المست ہوا
سلک گوہر کی طرح پھول کئے زیب گلو
ہوا گردن کی صراحی پہ گمان شبو

مرے نزدیک ھی سو ناز و نزاکت سے دراز
مسند نرم پہ آرام سے پسرائے ہوئے
تر کیا عنبر سارا سے سمن زاروں کو
روغن و عطر سے مہکا کے نکھارا تن کو
ایک کانٹے میں تلی، ایک ھی سانچے میں ڈھلی
شوخ و فہمیدہ کنیزیں پھریں آگے پیچھے
مدعا دل کا جو چتون سے من و عن پالیں
ایک یونانی کو درکار ھے کیا اس کے سوا؟

آبجو کوئی نہ چھوڑی نہ کوئی قلۂ کوہ
قابل دید مقامات کی سیاحی کی
گل زمیں گونجی نہ نغمات عنادل سے کوئی
پھول بن کوئی نہ مہکا مئے ریحانی سے
تم رہیں جس میں نہ موجود مری سنگت میں
کبھی صحرا، کبھی میدان، کبھی پربت میں!
جھانکنے پڑتے ھیں در در کے کنوئیں الفت میں!

۳۸

عطیس، اپنی محبوب نکطور رانی
ملاحت نگر جس کے زیر نگیں ھے
گلستان سردیس کے رنگ و بو میں
وہ چمپا کلی ہم کو بھولی نہیں ھے

وہ بیتے زمانے ، وہ موسم سہانے
تری گل فشانی ، تری نغمہ خوانی
دلوں میں جگاتی تھی جب سوئے جادو
سناتی ہے وہ ان سموں کی کہانی

ہے یوں لیڈیا کی شقائق رخوں میں
نمایاں وہ روئے سنا برق منظر
عروس قمر جس طرح جھٹپٹے میں
گلابی ردا اوڑھے مست و منور

بجھا کر ستاروں کی کم تاب شمعیں
بچھاتی ہے قلزم پہ کرنوں کی چادر
گماں پگھلی چاندی کا پگڈنڈیوں پر
مہکتی ہیں پھلواڑیاں اوس کھا کر

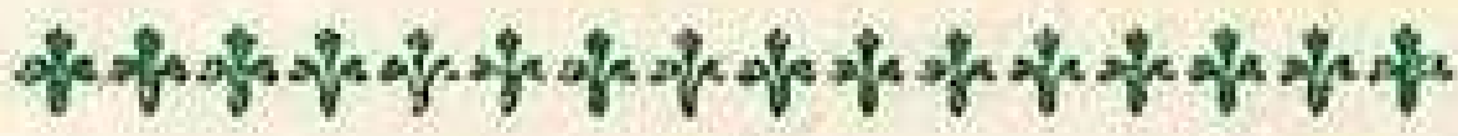
عطیس، اس کے دل میں فقط تو ہی تو ہے
تری راہ تکتا ہے سونا سنگھاسن
ترنجن ہو پنگھٹ ہو یا گھر کا آنگن
ترا تذکرہ ہے تری گفتگو ہے

پلٹ آ سویدائے دل میں پلٹ آ
مری ماہ طلعت ، دلارام و دلبر
نکلتی ہے اس کے لب احمریں سے
یہ اندوہگیں آرزو آہ بن کر

ہے گو دور ہم سے وہ ماہ منور
مگر پیکِ شب ہے بہت تیز جولاں
وہ لاتا ہے پیغام شیریں جاناں
سمندر کی لہروں پہ دوش صبا پر !

۴۴

پھر ایک بار عشق نے
بنائے مضمحل جو عضو عضو کو
حلاوتوں میں تلخیوں کا ذائقہ لئے
کرم ہے جس کا موجب فغاں
ہے حملہ جس کا بے اماں
مزاج جس کا لاابالیانہ ہے
کبھی سبو بدست ہے تو گاہ دست زیر سنگ ہے
مجھے جھنجھوڑا اس طرح کہ جیسے تندرو ہوا
کسی نحیف پیڑ کو کرے تھپیڑوں سے دوتا
عطیس آہ زندگی ہے ماتمی لباس میں
نہ رنگ ہے نہ چنگ ہے
بس اک اداس اداس ڈھنگ ہے
صدائے جلترنگ ہے نہ نغمۂ سروش ہے
وفور رنج میں وداع صبر و ہوش ہے
ترے بغیر یہ وجود بار دوش ہے



اجاڑ کر تو میرے گلشن فراغ کو
بسانے دوڑی اندرومدہ کے عیش باغ کو
یہ کیسی رسم و راہ اے نگار سست کوش ہے؟

۴۵

اندر و مدہ نے کیا
نفع کا کیا سودا!

۴۶

چاند کے گرد بزم تاروں کی
ماند پڑ جاتی ہے اچانک ہی
نرم کریں مقیش کی چادر
جب زمیں پر بچھانے لگتی ہیں!

۴۷

چاند کا زرد مرمریں بجرہ
قلزم نیلگوں میں ڈوب گیا
شعلہ پرویں کا بجھ کے راکھ ہوا
رات بھیگی، گریز پا لمحے
منزل نور کو روانہ ہوئے
سیج سونی ہے خوابگہ تنہا
اے شب تار! اے دل رسوا!



۴۸

تو بلا کر انہیں گھر لاتا ھے اے کوکب شام
روز روشن تگ و دو کا جنہیں دیتا ھے پیام
بھیڑ بکری کو تو باڑے میں سکوں ملتا ھے
ماں کا بچے کے تنفس سے مہکتا ھے مشام !

۴۹

زهره ـــــ حسین ترین ستاره !

۵۰

سیمب کے بغیچے کی
مست آبریزوں میں
ھر طرف چھنا کے ھیں
جلترنگ بجتے ھیں
سر سراتے پتوں سے
نیند کی مدھر لہریں
دھیرے دھیرے چھن چھن کر
گر رھی ھیں پلکوں پر !

۵۱

بلند شاخ پہ جس طرح ایک نورس سیب
جو اتفاق سے گلچیں کی زد سے بچ نکلے

بچے نہیں مگر اس سے بلند و بالا ہو
صبا نے دامن حرمت میں اس کو پالا ہو
طمع اگرچہ سجھائے طرح طرح کے فریب
نہ دسترس ہو کسی کی، نہ کوئی توڑ سکے!

۵۲

فراز کوہ پہ جس طرح سنبل خود رو
گڈرئے جس کو سدا پائمال کرتے ہیں
یہاں تلک کہ وہ معصوم و نوشگفتہ پھول
جہان تیرہ میں تسکین و روشنی کے رسول
نڈھال ہو کے سر اپنا زمیں پہ دھرتے ہیں
لہو بہا کے اسے لالہ زار کرتے ہیں!

۵۳

اڑ چلا رنگ فاختاؤں کا
دل ہوئے سرد و سست سینوں میں
گر پڑے بازوؤں پہ تھک کے پر!

۵۴

حسین اوشاؔ، سنہری نعل پہنے
ابھی مستانہ وار آئی ہی تھی، جب ...

۵۵

سورج کی کرنیں خم ہو کر
جب ہوتی ہیں تجلی گستر
چھیڑتے ہیں اک تیز ترانہ
بلبل پراں کے بال و پر!

۵۶

عندلیب سینہ چاک
فصل نو بہار کی
مژدہ سنج خوشنوا
دل گداز و دلربا
کہہ رہی ہے مرحبا
موسم گل آگیا!

۵۷

زیب بدن کیا ہے، خاک زبوں نے گویا
سولہ سنگار کرکے، پیراہن مشجر!

۵۸

کنار دریا، چنے کے پودے
عجب بہاریں دکھا رہے ہیں!

۵۹

شتاب اک تیز رفتار و قوی ھیکل نقیب آیا
نوید جانفزا یه اھل ایڈا کے لئے لایا
(امر بانی جو پھیلی ایشیا کی سر زمینوں میں)
مقدس تھیبس[10]، روشن مندروں والے پلیکا سے
سفینے میں جلوافروز کھاری پانیوں میں سے
لئے آتے ھیں جھرمٹ میں ستاروں کے قمر جیسے
پری دوت اندروسیکی[11] کو ھیکٹر[12] اور ندیم اس کے
ھوا لاتی ھے گوناگوں نظارے عیش و فرحت کے
سنہری پرن کے لچھے، تمامی ارغواں فیتے
طلائی جام بے اندازہ، ھاتھی دانت الغاروں!

ھوا جب وہ نقیب خوش نوا ایسے سخن گستر
بسرعت مسند شاھی سے اٹھا باپ ھیکٹر کا
الوئس کے کوئے و برزن میں فوراً یه خبر پھیلی
عبیرافشاں عرابوں میں جتے گجراج سے خچر
معصفر پیرھن پہنے حسینوں کے پرے نکلے
لٹکتی چال مدھ ماتی، چلیں بچھووں کو جھنکاتی

نسیم سنبلستاں کی طرح اٹھکیلیاں کرتی
گلابی ٹخنوں والی نازنینیں یوں لگیں جیسے
پرستاں سے پئے گلگشت اترے غول پریوں کے
جدا سب سے چلا شہزادیوں کا انجمیں ٹولہ
کمیت و ابلق و شبدیز جوتے شہسواروں نے
سمند و کوتل و ادھم نکالے یکہ تازوں نے
ہمکتے نوجوانوں نے پکڑ لیں دوڑ کر باگیں
چلا یہ کاروان رنگ و بو اس شان و شوکت سے
میانے تھے محافے تھے کہیں چنڈول چوپالے
ہوا داروں میں گھونگھٹ کاڑھے ظالم گیسوؤں والے
مجیرے جھنجھنانے رس بھرے گھنگھرو چھنکتے تھے
مہکتے تھے بدن، دامن مسکتے تھے کھچاوٹ سے
ایال ان سبز پوشان تگارو کے لہکتے تھے!

رنگیلی رتھ پہ جس دم چڑھ چکے دولہا دلہن دونوں
ستاروں کی طرح روشن جبیں، پری چہرہ پری قامت
بڑھے گلگوں تو دوڑی لہر مجمع میں مسرت کی
سرود و بربط و نے سے ملی آواز جھانجھوں کی
مقدس راگنی چھیڑی کنواری مطرباؤں نے
گمک ابھری اولمپس[۳] سے صدائے باز گشت آئی

زمین سے آسماں تک عالم انوار و رعنائی
کھوے سے جب کھوا چھلتا تھا عارض تمتماتے تھے
چھلکتے میکدوں میں جام و مینا جھمجھماتے تھے
صدائیں دلفروشی کی، صلائیں بادہ نوشی کی
پھبن دکھلاتے نافرمان کی نوخاستہ ساقی
دھواں ہیکل سے اٹھتا تھا مر و قنا و لوباں کا

۱۳

نشاط آور تھا گھٹ رس نغمہ اعوان المغنی کا
چھڑا تھا تذکرہ ہر سمت ایام جوانی کا
کہیں باتیں ملیحوں کی، کہیں چرچا غوانی کا
کہیں غم زخم دامندار کی ریشہ دوانی کا
کہیں ڈھولک پہ تھاپیں تھیں کہیں بجتے تھے الغوزے
دلوں میں نور، ہونٹوں پر مبارک باد کے نغمے
رہے گھر گھر کئی دن یہ طرب انگیز ہنگامے!

۴۰

تھا کمر کے گرد پٹکا لٹ پٹا
بیل بوٹے جس پہ تھے کاڑھے ہوئے
چھو رہے تھے پاؤں کو دونوں سرے
لیڈیا کی صنعت بے مثل کا
اک نمونہ دلپذیر و خوشنما!

۶۱

اچھی اماں ! میں کس طرح کاتوں
ہاتھ شل ہیں دماغ ناموزوں
دل پہ زہرہ کی نقشبندی سے
چل گیا سوز عشق کا افسوں !

۶۲

غصہ آئے تو روکو زباں کو !

۶۳

میری نگاہوں میں تم کچھ بھی نہیں ہو !

۶۴

تم تو یوں ہر ایک سے گھل مل گئے
امتیاز ۔ ما و من جاتا رہا
کیا قیامت ہے کہ ہر خود کام کو
بس پسند آتی ہے ملک عامہ !

۶۵

پیلاگون کی تربت پر

پیشہ تھا جس کا ماہی گیری

مینسکوس اس کے باوا نے

جال اور چپو نذر چڑھائے

گواہ اس کی حیات غم کے!

۶۶

یہ خاک ہے تیماس کا وہ پیکر رعنائی

وہ گوہر ناسفتہ جسے طاق شبستاں سے

کاشانۂ بحری میں اٹھا لے گئی پر سیفون

وہ غنچۂ نورستہ چمن جس کا تمنائی

ایوان بہاراں سے جسے موت چرا لائی

سکھیوں نے جواں غالیہ سا کاکل پیچاں سے

زر تار لٹیں کاٹ کے مالا جسے پہنائی!

٦٧

موت اک زشت و واژگوں شے ہے
پوچھ لو چاہے دیوتاؤں سے
گر یہ ہوتی بہیج و خوش آیند
ژندہ رود آپ کیوں نہ مرجاتے !

٦٨

تو کارگہ دہر سے جب کوچ کرے گی
تب ذکر بھی تیرا کسی محفل میں نہ ہوگا
ہیں گرچہ عروسان ادب جابر و خود کام
کرتا ہے انہیں رام ریاض اہل ہنر کا
سینچا نہ کبھی تونے خیابان سخن کو
کی لحن کے در پر نہ کبھی ناصیہ سائی
ہے شہرت پایندہ صلہ سوز جگر کا
یہ دولت بیدار، یونہی ہاتھ نہ آئی
از بسکہ ہے گمنام تری ہستیٔ موہوم
ہے عالم ارواح خبیثہ ترا مقسوم !

۶۹

اے زہرہ کی خوش تاب کنیزک ۔ ہیکات[15] !

۷۰

نرم اڈونس[16] مر رہا ہے ستھریا ۔ ہم کیا کریں؟
چھاتیاں پیٹو جواں نارو، کرو ملبوس چاک !

۷۱

سونا ہے زئیس کا وہ فرزند منیر
دیمک نہ چکھے کاٹے نہ کیڑا جس کو
ہر ذہن کو چاہے ہو وہ کیسا گھمبیر
اک چھن میں یہ ساحر کرتا ہے تسخیر !

۷۲

اٹھ کے کھڑے ہو، مورے مکھ کو تکو رے اے سکھی ساجن
پٹ کھولو نینن کے، چھلکاؤ مدرا، دو درشن !

۷۳

خواب میں زہرہ سے میں نے بات کی !

۷۴

ہے مری اک ننھی سی بیٹی
موتی چور سلیگر باسی
ایک اسولا گج موتی
تاروں سے بڑھ کر جس کی جوتی
چاند سا چہرہ ، پھول سا مکھڑا
بیلے کی لب بند کلی
نام کلیئس اس کا ہے
لیڈیہ و لسبس کیا شے ہیں ؟
ہر دو جہاں پر وہ تو ہے بھاری !

۷۵

سیپرس یعنی میرے بھائی نے
بزم بوزہ فروش میں تم کو
کھٹے انگور کی طرح پایا
اور ہنس ہنس پکارے اہل جہاں
۱۷
دوسری سعی میں دریشہ کے
کیسا عمدہ خزانہ ہاتھ لگا !

۱۸

جناب نیریئس کی نیک مخضر قرۃ العینو
مرے بھائی کو خیر و عافیت سے شہر پہنچادو
نکلتی ہے دعا دل کی تمنا بن کے ہونٹوں سے
وہ لوٹے اپنے مٹیالے نگر کو کامراں ہوکر
ہے استدعا گزشتہ لغزشوں سے چشم پوشی کی
بناؤ اس کو جرعہ کش شراب خیر و خوبی کا
عدو سر در گریباں ، شادماں ہوں خیرخواہ اس کے
لباس پارسائی میں نہ جھمکے داغ رسوائی
ہمارے سر رہیں اونچے ہمارے پیرہن اجلے
بہن اس کی ہو حصہ‌دار گنج نیکنامی میں
کبھی زخمی کیا تھا مرے دل کو بد کلامی سے
لگائے تھے کچوکے پند دانش کے عوض اس نے
اثر جس کا رہا عرصے تلک میری طبیعت پر
مگر یادش بخیر اب تو مجھے محسوس ہوتا ہے
جواب تلخ می زیبد لب لعل شکر خا را

روانہ ہو سفر پر اب کے جو وہ انجمن آرا
کنارہ کش طرب کی محفلوں سے ایک دن ہوکر
کسی نازک بدن گل پیرہن کو عقد میں لاکر
وہ اے کاش اپنے سونے کنج کو آباد کر ڈالے !

تعلق ہے جہاں تک تیرا اے بندوڑ غیبانی
تری لذت فروشی کو ٹھکانے اور بہتیرے
شکاری جو ہو شاطر تو شکاروں کی فراوانی !

اڑتی سی یہ خبر ہے زبانی طیور کی
تم کو ہوا ہے شوق رجال عظیم کا
بھولا ہے ذائقہ رفقائے قدیم کا
بیزار ہوگئے ہو جمیل و شریف سے
اگلی محبتوں کو فراموش کر چکے
اب میرا ذکر بھی تمہیں لگتا ہے ناگوار
کرتا ہے باہر آپ سے نشہ گھمنڈ کا
تم کو یہ اوج موج مبارک رہے مگر
اے طفل سادہ یہ ہیں نری خودفریبیاں
ان چونچلوں کا مجھ پہ سر مو اثر نہیں
جھونکا ہے گر باد کا اس کو کہاں ثبات
کبر و منی کی آنی و فانی ہیں کیفیات
تصدیع کا نقاب ہے مقیش مسکرات
ہاں، پر قدم اٹھانے سے پہلے یہ سوچ لو
آتا نہیں دوبارہ کہن مرغ دام میں
ہر زاویے سے کرچکی ہوں اس پہ غور و خوض
ایک ایک کر کے پچھلے عمل آئے سامنے
بھولی نہیں ابھی میں تمہاری وہ حرکتیں
وہ شاخسانے شر کے خباثت کے طنطنے
ناموس کا سفینہ جنہوں نے ڈبو دیا
میں جانتی ہوں خوب پتہ ہے ذرا ذرا
دشمن ہے کون جس سے ہے درپیش سابقہ

پرخاش جو بہن سے، ہے بھائی ہی سر پھرا
اور سمت سوڑو اپنے خیالوں کی باگ ڈور
کی چھیڑ چھاڑ مجھ سے تو پچھتاؤ گے بہت
اس بات کا یقین ہے حق میرے ساتھ ہے
میں چونکہ صلح دوست ہوں دل ہے مرا رقیق
ہیں سب صفا سرشت مرے حامی و رفیق!

۷۸

سپنے ہی میں اے کاش نظر آئے وہ مکھڑا
وہ چمپئی مکھڑا کہ ہے خاتون حرا[۳] کا
دی جس نے تسلی دل ناکام کو اک بار
پہلے بھی بہنگام ہجوم غم دنیا
دیدار سے جس کے ہوئے محظوظ و مشرف

۱۹

عطرس کے جواں حوصلہ فرزند خجستہ
تسخیر ولایات ٹرائے سے فراغت
پا کے ہوئے جب اپنے وطن کو وہ روانہ

۲۰

پرشور سکیندر کی روک کے باعث
مفلوج ہوا فوج ظفر موج کا بیڑا
جب یاس نے گھیرا تو تجھے اور زئیس کو
تھک ہار کے تدبیر کے ماروں نے پکارا
سنتے ہی صدا خاصۂ خاصان خدا کی
امواج مخالف کا گھٹا زور تھما شور
اور آ کے دیا باد موافق نے سہارا

۲۱

تھیئون کا دلبند جمیل و چمن آرا
ساتھ آ کے ہوا تازگی بخش دل خستہ
قربان به ایں شان مواخات و مواسا
سو اب یہ دعا ہے مری خاتون معظم
ارزانی ہو توفیق عمل مجھ کو دوبارہ
خوبان سٹی لین کو میں تا کہ سکھاؤں
اخلاق پسندیدہ و اوصاف حمیدہ
اے ربۂ افلاک نشیں دیکھ چکی ہے
ایام ضیافت میں تو علم و هنر ان کا
اے روح بہاراں! ترے فیضان کرم سے
یہ نخل خزاں دیدہ ہو شاداب و مطرا!

✤✤✤✤✤✤✤✤✤✤✤✤✤✤✤✤✤✤

۷۹

پر شورش و ہول اور طوفان کے موقع پر
اڑتے ہیں پھریرے جب پھنکارتی موجوں کے
پیکار کی ٹھنتی ہے بدمست عناصر میں
ہوتا ہے جو دامن گیر اندیشۂ غرقابی
تو پھینکنے لگتے ہیں پئے حفظ بنی آدم
ملاح اٹھا کر سب اسباب سمندر میں
خشکی پہ چڑھا دیتے ہیں قرب کی صورت میں
وہ خستہ و لرزہ براندام سفینے کو
اے کاش سفر بحر کا درپیش نہ ہو مجھکو
جاڑوں کے زمانے میں نہ غارت ہو سکوں میرا
ہو میرا اثاثہ نہ کہیں نذر تہہ دریا
یہ بات ہے رسوائی کی کام فضیحت کا
منظور مشیت جو یہی ہے کہ مرا سارا
سامان ہو جل پریوں کی زینت و آرائش
قلزم کے لئے مایۂ تنویر و نمائش تو۔۔۔!

۸۰

جو بے وجہ مجھ سے تعرض کرے
جنوں اور غم اس کا پیچھا کریں!

✤✤✤✤✤✤✤✤✤✤✤✤✤✤✤✤✤✤✤✤✤

۸۱

نہ ہو سلیقہ تو دولت رفیقۂ ناداں
اگر ہو دونوں میسر، تو عشرت دوجہاں!

۸۲

میرے لئے تو نہ شہد ہے نہ مگس ہے!

۸۳

گرتی ہے میری پلکوں سے جو شبنم سرشک
لے جائے غم کے ساتھ اسے بھی نسیم کاش!

۸۴

اے سنہرے تاج والی
زہرہ دیوی اب کے ڈاس
کاشکے میں جیت لوں!

۸۵

ہر قسم کے رنگ کا ہے امتزاج!

۸۶

زریں چہرہ ــــــ کنیز زہرہ !

۸۷

مجھ کو کیا بخت مہرباں نے ودیعت
مشغلہ بوس و کنار و عیش و طرب کا
میرے لئے ہو بہو ہے ذوق محبت
دھوپ کا حسن اور روشنی کا جھمکڑا !

۸۸

بدن دراز کیا میں نے نرم صوفے پر !

۸۹

دل داغدار سے ہے یہ مری سوال پرسی
ارے کیا کنوار چھل کی تجھے آرزو ہے اب بھی ؟

۹۰

اے مری دوشیزگی ، دوشیزگی !
چھوڑ کے مجھ کو تو کہاں چھپ گئی
خواب بنی صحبت عیش انتہا
دل کا نگر لوٹ سے ویران ہوا
تجھ کو بلاتی ہوں میں آواز دے
چھیڑی ہے حسرت نے غزل ساز دے ؟

یوں نہ پکار اب مجھے اے دل فگار
جھیل نہ بیکار غم انتظار
دل سے نکال آرزوئے باز دید
خواب تھی میں خواب کا کیا اعتبار
کجرا ڈھلا رات کا تڑکا ہوا
اب نہیں امکان ملاقات کا
اب نہیں امکان ملاقات کا !

۹۱

ذہن پراگندہ ، گرفتار شش و پنج ہے دل
آہ میں کس راہ چلوں اور چلوں یا نہ چلوں !

۹۲

کبھی آیا نہ نہاں خانۂ دل میں یہ خیال
اطلس چرخ کو میں ہاتھ سے چھوسکتی ہوں !

خواب، شب تار کے سہانے جگر بند!
آتے ہو ملنے کو جو ہمیشہ گجر دم
ہوتے ہیں جس وقت پر خمار پپوٹے
رسمسی پلکوں پہ نوشخواب کے پہرے
نیند کی چنچل پری کی بادہ گری سے
تم نے دکھائے مجھے مہیب نظارے
میرا تعاقب جو صبح و شام کریں گے
تفرقہ ڈالا جو بھول کر کبھی میں نے
شوق و لیاقت میں مدرکات و ہنر میں
تم کو دلاتی ہوں یہ یقین کہ مجھ سے
بھولے سے ایسی فروگزاشت نہ ہوگی
آج زمانے میں کون عاشق و شیدا
ذوق خداداد کا ہے مجھ سے زیادہ
جو کوئی نعمت بھی آسماں سے ملی ہے
بے پس و پیش و بلا تردد و ضغطہ
میں نے کیا ہے قبول اس کو ہمیشہ
اپنے مقدر سے کوئی شکوہ نہیں ہے
مجھ کو تو بچپن میں بھی، ہے ماں مری شاہد
کرتے تھے مسحور دلفریب کھلونے
کاش کہ بر آئے مدعا مرے دل کا!
سینہ مشبک ہے تیر جست فغاں سے
دادرسی کی نہیں امید جہاں سے

چرخ زبرجد کے ساکنان معلیٰ!
رقص و غنا کا خراج میں نے دیا ہے
دیدہ تمنائی فروغ تجلیٰ!
غنچۂ دل محو انتظار صبا ہے!

۹۴

مرے سینے سے ابلتا ہوتا
قدرتی دودھ کا میٹھا چشمہ
یا مری کوکھ میں طاقت ہوتی
کرب تخلیق کو سہ سکنے کی
تو میں البتہ بلا عذر و سوال
نو عروسوں کی طرح شرماتی
دل میں روشن کئے فانوس خیال
آکے ہوجاتی چھپرکھٹ پہ دراز
پیار کی سیج پہ پینگیں لیتا
شب ہمہ شب نفس شمع جمال!

مگر اب تو کوئی امکان نہیں
لد گیا قافلۂ عہد شباب
غنچے بکسرے، ملے مٹی میں گلاب
ڈھل گیا روپ وہ روھٹ نہ رہی
اک کف دست ہوئی چھب تختی
جھریاں چہرے پہ عارض بے نور
اے غم عشق اب ابرن چہ ضرور؟

(ب)

تم کو اگر واقعی ہے مجھ سے محبت
تو چنو بیوی کوئی حسین و جواں تر
کیونکہ بڑھاپے میں دلپسند نہیں ہے
مجھ کو کسی نو دمیدہ گل کی رفاقت!

۹۵

اب تو ساعت ہے قریب

سن کے یہ گنگیلہ بولی
آہ میں قربان
پر ہم کو نہیں پہچان
بتلاؤ، ہے بتلانے پہ گر قادر زبان
اپنے بچوں کو کوئی واضح نشان
ساعت موعود و وقت واپسیں کا مہربان!

کیوں نہیں، میں نے کہا
۶
ہـرمـس آیا تھـا ابـھـی
دیکھ کر اس کو یہ میں نے عرض کی
اے خداوند اب تو میرا کوچ ہے
مجھ کو پالنہار دیوی کی قسم
بزم گیتی سے طبیعت بھر چکی
سر خوشی دنیا کی نکلی عارضی

آرزو اب تو فقط مرنے کی دل میں رہ گئی
اتنی استدعا ہے عالیجاہ میری آپ سے
ہو مری آرام گاہ
اوس میں بھیگا مہکتا مرغزار
جس طرح اگلے زمانے میں
چراغ طاقدیس عطرس و اخائیاں[19]
شاہ والاجاہ اغا ممنون کو[19]
نرم دل دیوی نے بخشا
مرقد شاداب رنگ و سبزہ پوش
اب نہیں تاب سخن اے دل خموش
الوداع اے محفل لیل و نہار
گرچہ دلکش ہیں نظارے دہر کے
چھوڑنی ہے روشنی دن کی مجھے!

(ب)

بنا جس کی اٹھی ہے شاعری سے
رچا ہے نغمہ جس کے بام و در میں
مری نور نظر اس پاک گھر میں
فغاں بیجا ہے شیون بے محل ہے!

پردۂ ساز

۱- میوز

عروسان شعر و ادب، فنون جمیلہ کی دیویاں - السکینات ' تھیسلے میں پائیریا ان کا مسکن تھا اس وجہ سے انہیں پائیری دوشیزائیں بھی کہا جاتا ہے - زیئس اور نیموسین (حافظہ) کی بیٹیاں - یہ تعداد میں نو تھیں - اور ہر ایک کا تعلق، ادب فن اور حکمت کے مخصوص گوشوں سے تھا :

۱ - کیلی اوپا کا رزمیہ شاعری سے
۲ - کلی او کا تاریخ سے
۳ - یوترپا کا غنائی شاعری سے
۴ - میلپومینا کا المیہ نگاری سے
۵ - ترپسی کورا کا رقص و سرود سے
۶ - ایراتو کا تغزل سے
۷ - پولی ھمنیا کا عارفانہ شاعری سے
۸ - یورے نیا کا فلکیات سے
۹ - ثالیا کا طربیہ نگاری سے

۲ - گریس

الحسان الثلاث ، ثالوث الجمال ، حسن و دلبری کی پریاں

۱ - یوفروسینا
۲ - اگلائیا
۳ - ثالیا

۳ - زئیس

زوس ، دیوس ، سنسکرت دیاؤس ——— روشن آسمان
اقراطس شاعر فلک کو زوس کہتا ہے اور اراطس اثیر
اور ہوا کو —— اہل اسطوانہ کی یہ رائے ہے کہ زوس
ہمارے نفوس کے مشابہ ہیولیٰ میں پھیلی ہوئی روح ہے۔
یعنی طبیعت جو ہر جسم طبعی کی مدبر ہے۔ جیوپیٹر ،
مشتری ——— خدائے خدائگان ، رب الارباب۔

جوو ——ویرجع ھذا الاسم الی اسم یاھو Jehova الذی
یشیر بہ ابناء الامم السامیۃ الی اللہ ولا یزال کثیر من
العرب حتی الیوم یستغیثون باللہ فینادون ''یا ھو!''۔
مصری عمون (پنہان و مستور)۔

قرونس (سیٹرن ، زحل) اور اس کی ہمشیرہ —زوجہ ۔
اوپس (ریا) کا لخت جگر — پیشین گوئی تھی کہ ریا



کے بطن سے ایک ایسا لڑکا پیدا ہوگا ، جو اپنے باپ کو تخت سے اتار دے گا ، اس لئے سیٹرن اپنی اولاد کو نگل جاتا تھا - جب جیوپیٹر پیدا ہوا تو ریا نے کوہ ایڈا (دیقطاون) میں اس کا گہوارہ لگوایا - جہاں املسیا بھیڑ اسے دودھ پلاتی - اور شوہر کو دھوکا دینے کے لئے یہ انتظام کیا کہ جب یہ بچہ روتا تو کوئی اور شخص بھی زور زور سے چیختا پکارتا تاکہ بچے کی رونے کی آواز سنائی نہ دے - اس طرح جیوپیٹر زندہ بچا - بڑا ہونے پر اس نے میطس (زیرکی) سے شادی کی تو اس نے سحر کے زور سے قرونس سے نگلے ہوئے بچے اگلوا لئے - اپنے بھائیوں پوسیڈون ، ہیڈز اور بہنوں ہستیا ، دیمیطر اور حرا کی مدد سے اس نے طیطانوں اور قرونس سے تخت چھین لیا - اور کائنات کو تین حصوں (تربھون ، ترلوک) میں یوں تقسیم کیا :

۱ - زئیس ———— آسمان
۲ - پوسیڈون (نیپچون ، سمندر دیو) ———— سمندر
۳ - ہیڈز (ایذس نامرئی) یاما ، پلوٹو ———— پاتال اسفل السافلین (یم لوک ، تحت الثری)

(اس تثلیث (اقانیم ثلثہ ، ترمورتی) سے ملتی جلتی ایک شکل ہندو فلسفہ میں بھی پائی جاتی ہے سانکھیہ کی رو سے پراکرتی (علت العلل ، مجموع الھیولی المجردہ والمادۃ المتصورۃ) کے تین جوہر ہیں :



ستوه (ستوگن ، روشنی ، سکون)
رجس (رجوگن ، حرکت)
تمس (تموگن ، جمود)

جنہیں بعد میں برھما، وشنو اور شویاشنکر کا نام دیا گیا ترلوک کی تقسیم یوں بتائی جاتی ھے۔

۱ - سورگ لوک (آکاش ، سفرلوک ، عالم الاعلی، ملکوت)
۲ - مرت لوک (مات لوک ، مانش لوک ، ناسوت ، پرتھوی ، زمین ، بھور لوک)
۳ - پاتال (ناگ لوک، نزلوک، العالم الاسفل، بھوبرلوک)

یہ لوک بالترتیب ثواب ، اکتساب اور عقاب کے لئے ھیں اور برھما ، وشنو (بشن) اورشنکر (مہادیو ، مہیش ، مہیسر ، ردر) کے زیر نگیں ھیں)

زمین اور اولمپس (تسالیا یاوادیٔ اولمپیا میں ایک پہاڑ جس کا ارتفاع ۹۷۹۴ فٹ اور حد الثلج کی بلندی ۹۰۰۰ فٹ ھے۔ اس کی سب سے اونچی چوٹی پر جو نہایت وسیع و فراخ ھے۔ ھر وقت بادلوں کا ایک گھٹا ٹوپ چھایا رھتا ھے۔ بقول اومیرس الشاعر (ھومر) : مسکن الابد للآلھتہ لا تزعزعه الریاح ولا تبله الأمطار ولا تتلفه الثلوج بل فیه الصحو البھی بلا سحاب یغشاہ —— البیرونی فی تحقیق ماللھند —— من مقولہ" مقبولہ" فی العقل اومرذولہ"۔

دیوتاؤں کا ابدی مسکن جس میں ھواؤں سے جنبش نہیں

ہوتی ۔ نہ وہ بارش سے بھیگتا ہے نہ برف سے اس کو نقصان پہنچتا ہے۔ بلکہ وہاں صاف خوشگوار موسم رہتا ہے۔ کبھی بدلی نہیں چھاتی۔ بادل اس کے دروازے ہیں اور ساعات دیدبان ۔ یہیں دیوتا امبروژیا (من وسلوی) کھاتے اور نکتار (امرت ، آب حیات) پیتے ہیں ۔ دیولوک) مشترک ملکیت رہے۔ اقتدار اعلیٰ بہرحال زیئس کے ہاتھوں میں تھا ۔

اس کی ملکہ حرا (جونو ، لکشمی ، ملکۂ السماء و حامیتہ الزواج) اس کی توائم بہن تھی ۔ آئرس (قوس قزح کی دیوی)، ہیفسطس (ولکن، اگنی دیو، ملکوتی سنگتراش ، بدوضع اور لنگڑا) اور ہیبا (شباب کی دیوی اور دیوتاؤں کی ساقیہ تھی ۔ عام عقیدے کے مطابق ہرکولیس (جیوپیٹر اور الکمینا کا بیٹا) سے شادی ہو جانے پر اس نے اپنے منصب سے استعفیٰ دے دیا ۔ لیکن ایک دوسری روایت کے مطابق بھری سبھا میں ایک دن ٹھوکر کھا کر گر پڑنے کے باعث اسے موقوف کردیا گیا ۔ اس کا جانشین خوبصورت شاہزادہ گنی میڈ (بادشاہ ٹروس کا بیٹا جس کے نام پر شہر ٹرائے کا نام پڑا) تھا ۔ جسے جیوپیٹر عقاب کے بھیس میں کوہ ایڈا سے اس کے دوستوں کی محفل سے اٹھا لایا تھا) کی ماں ۔ اس کے بعد اس نے یکے بعد دیگرے دوسری شادیاں بھی رچائیں:

میطیس سے جسے اس نے نگل لیا تاکہ اثینا (منروا ، پیلاس ، علم و حکمت کی دیوی ، سرسوتی) کو اپنے سر

سے پیدا کرسکے ، کیونکہ مادر زمین دیمیطر نے اعلان کیا تھا ۔ کہ اس دفعہ تو میطس کے ہاں لڑکی ہوگی لیکن دوبارہ حاملہ ہونے پر وہ ایک لڑکے کو جنم دے گی ، جو زیئس کو اسی طرح اقتدار سے محروم کر دے گا جس طرح اس نے اپنے باپ قرونس کو اور قرونس نے اپنے والد بزرگوار یورینس کو۔ پھر تھیمیس (قانون) سے جو ساعات و آجال (قضا و قدر کی تین دیویاں کلوثو ، لکےسیز اور اتروپوس ، جو انسانی مقدر کے دھاگے بٹتی ہیں اور قینچیوں سے جب چاہے کاٹ ڈالتی ہیں) کی ماں سے —— پھر یوری‌نموم ، گریسوں کی ماں سے —— دیمیطر (سیرس ، عسیس مصری) پرسیفون کی ماں سے ۔ نیموسین میوزوں کی ماں سے، لیطو——اپالو (فوبئبس ، شعرو موسیقی ، جمال و رجولت کا دیوتا ، سورج دیو) اور ارتمیس (دیانا، روپا، دوشیزگی کی محافظ شکار و شہسواری کی دیوی چاند دیوی) کی ماں سے، پھر وینس کی ماں دیونا سے ۔ لیکن یہ منمتھ انہی روپ ونتیوں پر قانع نہیں تھا ۔ بلکہ ہر گل زمین میں اس کی کامجوئیوں کی داستانیں بکھری ہوئی تھیں ۔ اس کی ممتوعات کی فہرست میں منکوحات سے زیادہ مغصوبات تھیں ۔

کوہ‌ایڈا ، روھڈس اور کریٹ (اقریطہ ، جزیرہ اقریطس) کے مقامات سے اسے نسبت خاص تھی ۔

۴ - افرودیتا

کف زاد، رتی، زہرہ، وینس، شام کا ستارہ، حسن و عشق کی دیوی - ربہ "الحب او العذراء الفاتنہ" فینس ہی تصحیف کلمہ "''بنت''" السامیتہ -

زیئس اور دیونا (اوشنس اور جل پری ٹیتھیس کی بیٹی) کی بیٹی تھی - مگر ایک روایت کے مطابق وہ سمندر کے جھاگ سے عریاں پیدا ہوئی تھی - بادنسیم اسے نرم خیز موجوں کے سفینے میں سلا کر پہلے ستھیرا پھر پافوس جزیرۂ قبرص میں لے گئی (اس لئے اس خاتون ستھیرا، ملکۂ قبرص، سائیپرس، ستھریا، قبرص زاد بھی کہا جاتا ہے) جہاں مواسم (دختران تھیمیس) نے اس کی پذیرائی و مشاطگی کی - اور مجلس خدائگان میں پیش کیا - اس چندر بدنی مرگ لوچنی کو دیکھ کر ہر کوئی اس کا خواستگار ہوا - زئیس نے ولکن سے اس کا بیاہ کردیا - یہ لاابالی خرام مگر کبھی اس پر قانع نہ رہی - اس کے پاس ایک طلسمی کمربند کسطوس تھا - جس سے یہ عشاق کو اپنی طرف مائل کرتی تھی - حد درجہ عیش پرست، آزاد خیال اور رنگین مزاج تھی - مگر ہر بار سمندر میں نہانے کے بعد اس کا کنوارپن بحال ہوجاتا تھا - اور جمال کی دوشیزگی نکھر آتی تھی -

کیوپڈ (ایروس، کاما، کام دیوتا - الاہ الحب ورسول الغرام) اس کا چہیتا بیٹا تھا (ہندو دیو مالا میں رتی، کام دیو کی بیوی ہے) -

راج ہنس اور فاختائیں (کبوتر) اس کے محبوب پرندے اور گلاب و حنا مرغوب پھول تھے۔

٥ - الکیاس

٦٢٠ ق - م - لیسبوس کے ایک امیر گھرانے کا چشم و چراغ - سیفو کا سودائی اور معاصر، عشق، جنگ اور شراب اس کی شاعری کا محبوب موضوع تھے۔

٦ - ہلینا، ہیلن

پیلیئس اور تھیٹس کی شادی پر اتفاق سے اریس (فساد) کو دعوت نامہ نہ بھیجا جاسکا۔ جس پر اس نے غصے میں آ کر بھری محفل میں ایک سنہری سیب پھینکا جس پر لکھا تھا: سب سے جمیلہ کے لئے، منروا، جونو اور وینس تینوں اس سیب کی طلبگار ہوئیں۔ جیوپیٹر نے اس نازک معاملے میں مداخلت نہ کرنی چاہی۔ اور تینوں دیویوں کو کوہ ایڈا پر بھیج دیا۔ جہاں بادشاہ پریام کا لخت جگر پیرس (پریام کے روشن ضمیر بیٹے السیا کوس



نے پیشین گوئی کی تھی کہ اب کے شاہی خاندان میں جو لڑکا پیدا ہوگا وہ ٹرائے پر تباہی لائے گا، اس لئے اسے پیدا ہوتے ہی قتل کردینا چاہئے۔ اتفاق سے اسی رات ملکہ حکوبا کی گود ہری ہوئی اور پیرس پیدا ہوا۔ پریام نے اسے مارنے میں پس و پیش کیا۔ مگر اعیان و اکابر کے اصرار پر اسے اپنے میر گلہ بان اگیاوس کے سپرد کردیا۔ کہ وہ خاموشی سے اسے موت کے گھاٹ اتار دے۔ اس نے بچے کو کوہ ایڈا پر لے جاکر تن تنہا چھوڑ دیا۔ جہاں ایک مادہ خرس نے اسے دودھ پلایا۔ میر گلہ بان ترس کھا کر بچے کو تھیلے کے چمڑے میں ڈال کر (اسی لئے اس کا نام پیرس ہوا) اپنے گھر، اپنے نوزائیدہ بچے کے ساتھ پرورش پانے کے لئے لے گیا۔ اور دربار میں بادشاہ کے سامنے کتے کی زبان پیش کی' یہ دکھانے کے لئے کہ اس نے بچے کو ٹھکانے لگا دیا ہے) ریوڑ چراتا تھا۔ مقدمہ اس کے سامنے پیش کیا گیا۔ اور بکمال تجمل و تزئین تینوں دعویدار اس کے سامنے آئیں:

جونو نے اسے طاقت و دولت کی پیشکش کی، منروا نے جاہ و جلال کی، وینس نے دنیا کی حسین ترین عورت کی بطور محبوبہ کے۔ پیرس نے وینس کے حق میں فیصلہ دے دیا اور یوں دوسری دونوں دیویوں کو اپنا دشمن بنا لیا۔ وینس کے زیر حفاظت وہ سمندر کی راہ یونان کو روانہ ہوا۔ اور اسپارٹا کے بادشاہ منی لاس کا مہمان ہوا۔



اس کی پری تمثال، روپ متی ملکہ ہیلن ہی وہ حسینہ تھی - جسے دینے کا وینس نے وعدہ کیا تھا - صورتاً سیرتاً ہو بہو دوسری وینس -

ہیلن، لیڈا (اسپارٹا کے تندراؤس کی بیوی) اور زئیس کی بیٹی تھی - زئیس لیڈا سے ہنس کی شکل میں مباشرت کیا کرتا تھا - اور یہ پدمنی ہنس کے انڈے ہی سے پیدا ہوئی تھی - ڈائسکوری اور کلائی ٹمنسٹرا اس کی بہنیں تھیں - منی لاس سے ہیلن کی ایک لڑکی ہرمین (ہرمیون) اور دو لڑکے اتیئولس اور میرافیئس تھے - اس انوٹھے من موھن کو دیکھا تو یہ بیاھی نکاحی پریم کے نشے میں اپنے قول و قرار بھول کر اسی کے ساتھ چل دی - جس کی وجہ سے یونان نے متحد ہوکر ٹرائے پر فوج کشی کی' اور دس سالہ جنگ کا آغاز ہوا - پیرس سے اس کے تین لڑکے بونوسس' اگانوس' آئیوئیس (جو شیرخواری ہی میں چھت گرنے سے ہلاک ہوگئے) اور ایک لڑکی ہیلن نامی تھی -

پیرس کی ہلاکت کے بعد اس نے ڈائیافوبس سے شادی کر لی - یونانیوں کو ٹرائے فتح کرنے میں مدد دی - ڈائیافوبس کو دھوکے سے منی لاس کے حوالے کردیا

ع سم زعاف نکلا عذب رضاب اکثر

اور پھر اپنے سابقہ شوہر کے ہمراہ اسپارٹا لوٹ گئی -

دوسری روایت کے مطابق پیرس جس کو اغوا کر کے لے گیا تھا ۔ وہ اصلی ہیلن نہ تھی بلکہ اس کی ایک تصویر خیالی تھی جسے حرا نے تخلیق کیا تھا ۔ اصلی ہیلن کو ہرمس (مرکری، عطارد، دیوتاؤں کا ایلچی، فصاحت و بلاغت، کسب و تجارت سفر ولصوص کا دیوتا، زئیس اور مایا (دختر اطلس) کا بیٹا پردار کلاہ و پاپوش پہنتا تھا ۔ کچھوے کے خول سے اس نے نوسیوزوں کی نسبت سے نوتار کا ایک بربط بنایا تھا) اڑا کر مصر میں پروٹیس بادشاہ کے پاس لے گیا ۔ جہاں سے ٹرائے کی تسخیر کے بعد منی لاس اسے اپنے ساتھ لے گیا :

(ہیروڈوٹس ' التواریخ ' کتاب دوم ——اگر وہ ٹرائے میں ہوتی تو پیرس کی رضامندی سے یا اس کے بغیر ہی یونانیوں کے حوالے کردی جاتی ۔ کیونکہ میں باور نہیں کرسکتا کہ پریام یا دوسرے ارکان سلطنت اس قدر عقل و ہوش سے عاری تھے کہ وہ اپنی، اپنے اہل و عیال کی زندگی، اور شہر کے تحفظ کو محض پیرس کی بلہوسی کے لئے خطرے میں ڈال دیتے اور دیدہ دانستہ تباہی مول لیتے)

منی لاس کی وفات کے بعد سوتیلے بیٹوں نکوسطراطوس اور میگاپینتھس نے جو ایک ایتولی لونڈی پائیرس کے بطن سے تھے اسے اسپارٹا سے نکال دیا ۔ تو یہ روھڈس میں اپنے ایک واقف کار پولکسو کے پاس چلی گئی ۔ جس نے اس گوہر محیط خوبی کو درخت سے لٹکا کر سولی دے دی ۔

۷ - ارفیوس

اپالو اور کلی اوپا (میوز) کا بیٹا - باپ نے اسے راسشگری کی تعلیم دی تھی - جس میں تھوڑے ھی عرصے میں یہ اتنا کامل ھوگیا - کہ اس کی موسیقی کا جادو شجر و حجر ، وحش و طیر ، سب پر چلنے لگا - یوریڈس جل پری سے اس کی شادی ہوئی تھی یوریڈس ایک دن اپنی سکھیوں کے ساتھ نک سے سک بناؤ سنگھار کئے ، شعلۂ جوالہ بنی ، چور جوانی میں اٹھلاتی ، گھوم رھی تھی - کہ ارسٹس چروا ھے نے اسے دیکھا اور بدنیت ھوکر وصل کا خواھاں ھوا - وہ عصمت مآب بد حواس ھوکر بھاگی تو گھاس میں ایک سانپ نے اس کے پاؤں کو کاٹ لیا - جس سے آناً فاناً اس کی موت واقع ھوگئی -

ارفیس تو گویا غم سے پاگل ھوگیا - اور اسی جوش جنون میں تحت الثریٰ میں اتر کر پلوٹو اور پروسرپین کے آبنوسی تخت کے سامنے کھڑے ھوکر بربط بجانے لگا اگرچہ بقول ورجل (لاطینی شاعر ۷۰-۱۹ ق-م)

پلوٹو کے دروازے ہر وقت وا ھیں
ھے آسان تحت الثریٰ میں رسائی
مگر لوٹنا ھے محالات میں سے
کہاں موت کے قیدیوں کو رھائی؟



لیکن نغمے کی تاثیر نے اثر دکھایا - اور وہ یوریڈس کو واپس دینے پر آمادہ ہو گئے - اس شرط پر کہ وہ بالائی ہوا میں پہنچنے سے پہلے پیچھے مڑ کر اس کی طرف نہ دیکھے گا - چنانچہ میاں بیوی آگے پیچھے روانہ ہوئے - لیکن قسمت تو دیکھئے - اوپر پہنچنے ھی والے تھے - کہ ارفیس نے بے خیالی اور بے تابی میں یہ تسلی کرنے کے لئے کہ وہ انار کلی واقعی اس کے پیچھے پیچھے آرھی ھے - پیچھے مڑ کر دیکھا اچانک ایک سایہ سا جھلملایا ، الوادع ——آخری الوادع کے الفاظ فضا میں تھر تھرائے ہوا میں سسکیاں سی ابھریں اور مٹ گئیں ، وہ نگار آتشیں رخ موت کی وادی میں واپس جاچکی تھی -

ارفیس نے دوبارہ یم لوک میں داخل ہونے کی کوشش کی مگر ناکام - دل شکستہ ، دنیا کے ھنگاموں سے کٹ کر اپنے ھی کلبۂ احزاں میں پناہ گزیں ھو گیا - تھریسی دوشیزاؤں نے بہتیرے ڈورے ڈالے مگر اس کا دل تو پتھر کا ھوچکا تھا - ان ناگ کنیاؤں نے آخرکار ایک دن نیزوں اور پتھروں سے اس بلبل شیوا بیاں کو پرزے پرزے کرڈالا اور اس کے سر اور بربط کو دریائے ھبروس کی شفق زار لہروں کے حوالے کردیا وہ تھریسی عورتیں اس فعل کی پاداش میں بلوط کے پیڑ بنادی گئیں - جوپیٹر نے اس مطرب بینوا کے بربط کو اٹھا کر نیلے انبر کے مینا بازار میں سجا دیا -



۸ - لارل

ڈفنی ، اپالو کی پہلی معشوقہ تھی ۔ یہ عشق خود بخود پیدا نہ ہوا تھا ۔ بلکہ کیوپڈ کی ریشہ دوانی کا نتیجہ تھا ۔ اپالو نے ایک بار کیوپڈ سے طنزاً کہا : میاں صاحبزادے تم یہ سورساؤں اور رن بیروں کے ہتھیار کیوں لٹکائے پھرتے ہو۔ کیا پدی اور کیا پدی کا شوربا، تم تو شمعیں جلاؤ اور شعلوں سے جی بہلاؤ ۔ وینس کے نور نظر کو یہ بول کھلے ، اس نے کہا : سورج دیو ، تم بھی میرے ناوک کی زد سے باہر نہیں ۔ یہ کہ کر اس نے پرناسس (وسطی یونان میں ایک پہاڑ جو فنون لطیفہ کی دیویوں کا مسکن سمجھا جاتا ہے) کی ایک چٹان پر ٹیک لگائی ۔ اور ترکش سے دو تیر نکالے ' ایک سنہری تیز (محبت انگیز) دوسرا کند سرمئی (وحشت خیز) ، سرمئی بان سے اس نے دریائی دیوتا پینیئس کی بیٹی جل پری ڈفنی کو زخمی کیا ۔ اور سنہری سے اپالو کو (ہندواساطیر میں کام دیو کے تیر و کمان پھولوں کے ہیں ۔ جن سے وہ قلب انسانی کو نشانہ بنا کر ان میں جذبات شہوانی پیدا کرتا ہے) اپالو کے سینے میں آنچ سی سنسنانے لگی ، لیکن وہ ماہ سیما تو محبت کے نام سے کانوں پر ہاتھ دھرتی تھی ۔ باپ کبھی اس سے شادی کا کہتا تو بیر بہوٹی کی طرح اس کا چہرہ سرخ ہو جاتا ۔ اور کہتی پیارے بابا مجھے دیانا دیوی کی طرح سدا کنواری رہنے دو باپ کہتا ، پگلی، تمہارا روپ ہی تمہیں جھٹلاتا ہے ۔

اپالو اس کے کاندھوں پر زلفوں کو پریشاں دیکھتا تو آہیں بھرتا اور کہتا ، اگر یہ بے ترتیبی میں اتنی حسین ہیں تو مرہون شانہ ہوکر کیا سج دھج دکھائیں۔ اس کی ستاروں جیسی آنکھوں کو دیکھتا ، اس کے ٹیسو جیسے ہونٹوں کو تکتا۔ اور صرف تکنے سے مطمئن ہوتا نظر نہ آتا۔ اس کی کلائیوں ، شانوں تک ننگی باہوں اور بلوریں پنڈلیوں کو دیکھتا۔ پوشیدہ حصوں کا تصور اور بھی غضب ڈھاتا۔ سینے کے جوالا مکھ کا ہوش ربا اتار چڑھاؤ رہ رہ کر ستاتا وہ اس سے التجائیں کرتا تم تو مجھ سے یوں بھاگتی ہو جیسے بھیڑیے سے بھیڑ اور باز سے فاختہ ، اے پینئس کی لاڈلی اے مدھو بالا میری طرف تو دیکھو میں جیوپیٹر کی نگاہ کا نور ہوں۔ موسیقی میری خانہ زاد ہے۔ سنجیون بوٹی کا مالک ہوں۔ مگر اپنے زخم کا کوئی مرہم میرے پاس نہیں لیکن اس صنم پر اس کا کوئی اثر نہ ہوتا۔ اپالو اس کے تعاقب میں یوں سرگرداں رہتا جیسے شکاری کتا خرگوش کے۔ ایک دن وہ اُس پر گرفت پانے ہی والا تھا کہ وہ لاجونتی پکاری : اے میرے باپ میری مدد کر ، مجھے زمین میں سمانے دے ، یا مری شکل تبدیل کردے تاکہ نہ رہے بانس نہ بجے بانسری۔

ابھی یہ الفاظ اس کے ہونٹوں ہی پر تھے۔ کہ اس کے اعضا سخت ہونے شروع ہوگئے اس کا سینہ نرم چھال میں لپٹنے لگا ، بال پتے بن گئے ، بازو شاخیں ، پاؤں

جڑیں اور چہرہ درخت کی چوٹی۔ سوائے حسن کے اس میں کوئی سابقہ علامت باقی نہ رہی۔ اپالو کا دل دھک سے رہ گیا۔ بڑھ کر اس نے تنے کو چھوا تو اس کے نیچے گوشت کی لرزش محسوس کی۔ شاخوں کو اپنے بیتاب بازوؤں میں جکڑا اور ان پر بوسوں کی بوچھاڑ کردی۔ لیکن وہ اس کی آغوش میں کسمسا رہی تھیں۔ اور اس کے ہونٹوں سے دور ہٹنے کی سعی کرتی تھیں۔

'چونکہ تم میری بیوی نہ بن سکیں' اس لئے آج سے تم میرا درخت ہوگی، اس نے کہا میں تمہیں تاج کی بجائے زیب سر کروں گا، اپنے بربط اور ترکش کی آرائش تم سے کروں گا۔ روم کے عظیم فاتح جب دارالحکومت میں واپس آئیں گے تو پیشانیوں پر تمہارے مکٹ پہنیں گے۔ جیسے میرا شباب لازوال ہے ایسے ہی تم سدا بہار ہوگی، جل پری نے جو اب لارل کا پیڑ بن چکی تھی احسان مندی کے طور پر سر کو جنبش دی۔

۹ - عندلیب

ہزار داستان، گلدم، فلومل، فلامیلا

پینڈیون شاہ ایتھنز نے ٹیریئس شاہ تھریس کو صاحب جاہ و جلال دیکھ کر اپنی لڑکی کی شادی اس سے کردی۔ اس تقریب میں نہ تو گریسوں نے شرکت کی



اور نہ ہی جونو نے جو دولہا دلہن کو اشیرباد دیتی ہے۔ فیوریوں (ارینیز، یونائیڈز، انتقام و عذاب کی دیویاں۔

۱ - الاکتو، ۲ - تسی فون ۳ - میگائرا

شکلیں بھیانک، سروں پر سانپ کنڈلی مارے) نے جنازوں کی مشعلیں چرا کر جھاڑ فانوس بنائے انھیں نے بیاہ منڈپ آراستہ کیا اور حجلۂ عروسی کے عین اوپر چھت پر بوم شوم کو پہرہ داری کے لئے بٹھا دیا۔ ابھی پانچ پت جھڑ ہی بیتے تھے کہ پروکنی نے اپنے شوہر سے التجا کی کہ یا تو میری بہن فلامیلا کو یہاں بلوا بھیجو یا مجھے اس کے پاس جانے دو کیونکہ میرا دل اس سے ملنے کے لئے بیقرار ہے۔ بادشاہ نے فوراً بیڑے کو روانگی کا حکم دیا۔ اپنے سسر کے پاس پہنچ کر وہ اپنی آمد کی غرض و غایت بیان کر ہی رہا تھا کہ فلامیلا محلسرا سے نمودار ہوئی۔ بقول ہومر:

انداز دیویوں کا، رفتار رانیوں کی

اسے دیکھتے ہی صبر کا دامن ٹیریس کے ہاتھ سے جاتا رہا۔ اس کے دل میں ہوس کا شعلہ ایسے بھڑک اٹھا جیسے کھلیان میں آگ۔ وہ زاری، زوری، زر، ہر جائز و ناجائز طریقے سے اسے حاصل کرنا چاہتا تھا۔ آخر اس نے اپنے سسر سے اپنی سالی کو ساتھ لے جانے کی اجازت حاصل کر ہی لی۔

واپس پہنچ کر بجائے سیدھے شہر میں جانے کے، وہ دختر پینڈیون کو کشاں کشاں ایک گھنے جنگل میں



لے گیا جہاں ایک پرانی عمارت تھی ۔ وہ حیران و پریشان ایسے تھر تھر کانپ رہی تھی جیسے ہوا کے جھکڑ سے بیدمجنوں اور بھیڑیے کے سامنے بھیڑ جس کے بچاؤ کی راہ مسدود ہوچکی ہو ۔ وہاں اس اجاڑ بیابان میں اس بوالہوس نے اس پیکر حیا کا قفل بکارت کلید فاجری سے وا کیا اور شیشۂ عصمت سنگ شرارت سے چکنا چور کیا ۔

بے بس دوشیزہ نے لاج کے مارے اپنے کپڑے پھاڑ ڈالے، زلفیں نوچیں کھسوٹیں اور مخملیں سینے پر دوھتڑ مار مار کر قسمت کو کوسنا اور واویلا کرنا شروع کیا ۔ اس ولدالزنا نے میان سے تلوار نکال کر اپنے شکار کو بالوں سے پکڑ اس کی بانہیں گردن کے پیچھے مروڑ کر مضبوط باندھ دیں ۔ فلامیلا نے موت کی امید میں اپنا گلا اس ستمگر کے آگے کردیا ۔ لیکن اس نے اس کی زبان کو چمٹے سے پکڑ کر، اپنی خون آشام تلوار سے کاٹ ڈالا ۔ سانپ کی کٹی ہوئی دم کی طرح وہ تڑپ تڑپ کر تھوڑی دیر میں ٹھنڈی ہو گئی ۔

اس کے بعد بھی وہ روسیاہ اس مظلوم سے متواتر منہ کالا کرتا رہا ۔ کچھ دن کے بعد پروکنی کے پاس جا کر کمال ڈھٹائی اور بے حیائی سے اسے بہن کی موت کی سناؤنی دی ۔ وہ بیچاری تو یہ سنتے ہی ادھ موئی ہوگئی ۔

پورا سال بیت گیا ۔ بے بس فلامیلا کیا کرسکتی تھی ؟ لیکن مصیبت ایجاد کی ماں ہے اس نے ایک ان گھڑسا راچھ لے کر تار پیراھن سے سفید زمین پر ایک قرمزی

نقشہ بنایا ۔ جس میں اسکی داستان درد متشکل تھی ۔ مکمل ہونے پر اس نے یہ ایک خادمہ کو دیا ۔ اور اشاروں سے اسے سمجھایا کہ وہ اسے ملکہ کے پاس لے جائے ۔ خادمہ اس مشجر قالی بافت کو پروکنی کے پاس لے گئی ۔

پروکنی نے لپٹا ہوا کپڑا کھولا ۔ تو اس کے رونگٹے کھڑے ہو گئے ۔ مگر واہ ری ہمت کہ منہ سے ایک لفظ تک نہ نکلا ۔ سچ ہے گہرا غم ہمیشہ گونگا ہوتا ہے ۔

باخوس کی عید آئی جسے زنان تھریسی بڑے دھوم دھام سے مناتی ہیں ۔ متعلقہ رسومات عموماً رات کے وقت ادا کی جاتی ہیں ۔ ملکہ بھی تہوار میں جانے کا بہانہ کر کے رات کو رنواس سے نکلی ۔ تاک کے پتوں سے بالوں کو سجائے ، مرگ چھالا کندھے پر ڈالے ، آستین میں خنجر چھپائے ۔ اپنی خواصوں کے ساتھ وہ جنگل میں گئی ' اور آخرکار اس منحوس جگہ پہنچ گئی ۔ اپنی سوختہ اختر بہن کو باخوس کی پرستاروں کی پوشاک پہنائی ۔ تاک کے پتوں سے اس کا منہ چھپایا ۔ اور اپنے ساتھ اسے محلسرا میں لے آئی ۔ اور آ کر اس سے لپٹ کر پھوٹ پھوٹ کر روئی ۔ بہن شرم سے نگاہیں زمین پر گاڑے ہوئے تھی ۔ وہ اپنی بہن سے آنکھیں چار کرنے کی ہمت اپنے کمزور دل میں نہ پاتی تھی لیکن اسکی حرکات و سکنات بتا رہی تھیں کہ وہ زنا بالجبر کا نشانہ بنی تھی ۔ اپنی بے بسی اور بدنصیبی کے احساس سے اس کی آنکھوں سے ٹپ ٹپ

آنسو گرنے لگے پروکنی نے چمک کر کہا: یہ آنسوؤں کا نہیں تلوار کا وقت ہے۔ میں ہر طرح اپنی ماں جائی کا بدلہ لینے کو تیار ہوں۔ لیکن اس کا طریقہ کیا ہو: اسی اثنا میں اس کا بیٹا عطیس اندر آیا۔ اسے دیکھتے ہی ماں کو انتقام کی صورت نظر آگئی۔ وہ اسے محل کے ایک دور افتادہ حصے میں لے گئی۔ جیسے کوئی شیرنی گنگا کنارے جنگل سے کسی آہوبرے کو کھینچتی لائے وہاں اس نے اور فلامیلا نے معصوم بچے کی تکا بوٹی کرڈالی۔ اور پھر اسکے گوشت کو کچھ تو کانسی کے برتنوں میں پکایا اور کچھ کو سیخوں پر بھونا۔

بعد ازاں پروکنی نے اپنے شوہر نامدار کو بلوایا کہ آکر دعوت میں شریک ہو۔ اور یوں جتایا کہ یہ اس کے میکے کی ایک مقدس رسم ہے جس میں تنہا اس کا شوہر ہی شریک ہوسکتا ہے۔ اس بہانے اس نے نوکروں سے نجات حاصل کرلی۔ ٹیریس شاہانہ جلال سے اپنے زرنگار آبائی تخت پر بیٹھا اور اس گوشت کے نوالے لینے لگا جو اس کا اپنا تھا۔ کچھ دیر بعد اس نے کہا: عطیس کہاں ہے اسے بلاؤ پروکنی اب اپنے غم و غصہ کو ضبط نہ کرسکی اور رندھی ہوئی آواز میں بولی: جس بیٹے کو تم بلا رہے ہو وہ یہاں اندر تمہارے ساتھ ہے۔

ٹیریس نے ادھر ادھر دیکھا اور پوچھا یہاں کہاں؟ یہ سنتے ہی فلامیلا پریشان حال باہر نکل آئی۔ اس کے گیسوں میں ابھی تک لڑکے کا خون چمک رہا تھا۔ اس



نے عطیس کا خونچکاں سر باپ کے منہ پر دے مارا ۔ ایک جھٹکے کے ساتھ تھریسی بادشاہ نے میز اپنے آگے سے ھٹا دیا ۔ اور تلوار سونت کر دختران پینڈیون کے پیچھے لپکا ۔ معاً اس نے ان کے جسم پروں کے سہارے ھوا میں بلند ہوتے ہوئے دیکھے ان میں سے ایک تو جنگل کو اڑ گئی اور دوسری چھت کی اولتی پر جا بیٹھی ۔ (فلامیلا بلبل بن گئی، پروکنی مرغابی) ۔

اس کے سینے پر ابھی تک خون کے دھبے تھے ۔ اور پروں پر لہو کے چھینٹے ——— بادشاہ بھی دیکھتے دیکھتے ایک کلغی دار پرندہ بن گیا ۔ جسے ھد ھد پکارتے ھیں——— انقلابات ھیں زمانے کے !

۱۰ - تھیبس

پوراگنور، کاڈموس نے سورج دیوتا (سوریہ دیو، رع، آطون، عمون، ھورس، آشور) کی آکاس بانی کے مطابق یہ شہر بسایا تھا ۔ تفصیل اس اجمال کی یوں ھے :

جیوپیٹر نے ایک دن اپنے لخت جگر مرکری سے کہا : میرے دلبند! تم ھمیشہ سعادت مندی سے میرے احکام بجالاتے ھو ۔ تیر جست کرو اور ارض سیدون (صید) میں پہاڑ کی ڈھلوانوں پر چرتے ہوئے شاھی ریوڑ کو ھانک کر ساحل سمندر پہ لے چلو !



یہ کہنے کی دیر تھی کہ مویشی اپنی پہاڑی چراگاہوں کو چھوڑ کر کنار بحر کی طرف جاتے ہوئے دکھائی دئے۔ جہاں بادشاہ کی سرو لبنان کی طرح آزاد، ذات اللبان و البنان الواضح، تیج ماں بیٹی، ٹائر (قدیم دولت فینیشیا کا بہت بڑا شہر جو اپنی جنگی قوت اور تجارتی عظمت کی وجہ سے مشہور تھا۔ اور بیروت سے ۴۷ میل کے فاصلے پر جنوب مغرب کی سمت واقع تھا۔ اس کا کچھ حصہ ایک جزیرہ پر جو ساحل سے پون میل ہوگا، اور کچھ حصہ عین ساحل پر آباد تھا۔ دسویں صدی قبل مسیح میں حضرت سلیمان کے دوست شاہ ھیرام نے اسے اپنا پایۂ تخت قرار دیا۔ موقع کی موزونی کے لحاظ سے اس کی دولت و قوت دن دونی رات چوگنی ترقی کرنے لگی۔ باوجودیکہ متعدد حملہ آوروں نے اس پر چڑھائی کی۔ اور یہ شہر دہلئ مرحوم کی طرح کئی مرتبہ لٹا اور برباد ہوا۔ لیکن ہر تباہی عارضی ثابت ہوئی۔ بگڑ بگڑ کر بنا اور اجڑ اجڑ کر بسا۔ اور ہر دفعہ پہلے سے بھی زیادہ رونق کے ساتھ آباد ہوا۔ اس کی یہ شوکت و عظمت حروب صلیبیہ کے زمانے تک قائم رہی۔ ۱۱۹۱ء میں یہ شہر مسلمانوں کے قبضے میں آیا۔ نہر سویز کے افتتاح سے اس کی تجارتی اہمیت بالکل ختم ہوگئی۔ اس کا موجودہ نام صور ہے) کی چت لگن، کام روپ الھڑوں، کواعباً اترابا کے ساتھ ——

الناعمات القاتلات المحییات المبدیات من الدلال غرائبا

محو گلگشت تھی۔

اتنے میں حضرت جیوپیٹر بھی دل فریفتہ کے ہاتھوں بیقرار، سانڈ بنے ہوئے گلے سیں شامل ہوکر کلیلیں کرنے، نرم نرم گھاس پر خرام مستانہ کا جلوہ دکھانے اور بڑی آن تان سے آن بان کرنے لگے۔ بنت اگنور کو تو گویا گوہر مراد ہاتھ لگ گیا۔ اول اول تو وہ جھجکتی رہی۔ مگر آخر آخر اس کے قریب جا کر اس کے چمکتے پھڑکتے لبوں کو پھولوں سے چھونے لگی۔ عاشق دیوانہ نے اس کے دست حنا مالیدہ کو بوسہ دیا۔ وہ کبھی گھاس پر کھیلتا۔ کبھی زرد بالو پر لیٹ جاتا۔ شاہزادی کا خوف آہستہ آہستہ جاتا رہا۔ اور وہ اپنے گورے سڈول، معصوم ہاتھوں سے اس کے نرم چکنے سینے کو سہلانے لگی۔ یہاں تلک کہ فرط شوق سے اس کی پیٹھ پر چڑھ بیٹھی۔

اس ابلا کو کیا معلوم تھا۔ کہ سانڈ کے پردے میں چھلاوہ ہے۔ پہلے تو وہ چالیا ٹھمک ٹھمک کر اسے رجھاتا رہا۔ اور پھر پویہ چال چلتا ساحل سے دور ہٹنے لگا۔ اور یک لخت زقند بھر کر اس مال غنیمت کو لئے نیلگوں سمندر کی پہنائیوں میں گم ہو گیا۔ سہمی ہوئی دوشیزہ حسرت بھری نگاہوں سے بار بار مڑ کر دیکھتی تھی۔ دائیں ہاتھ سے اس نے سینگ کو مضبوط پکڑ رکھا تھا۔ بایاں پشت پر اٹکا ہوا تھا۔ پرند گھر آما ہوا میں پھڑ پھڑا رہا تھا۔

تقدس مآب، یروپا کو لئے اقریطش آپہنچے اور اپنی اصلی شکل میں ظاہر ہو کر اس معشوقہ "القد، فتانہ" المتجرد کی برہنہ اچھوتی، رعنائیوں سے جی بھر کر شاد کام ہوئے۔

شاہ اگنور — اس بد نصیب مغویہ کے باپ کو کچھ علم نہ تھا۔ کہ اس بنت بہار پر کیا بیتی۔ اس نے اپنے بیٹے کاڈموس کو اپنی گمشدہ بہن کو تلاش کرنے کا حکم دیا۔ اور بصورت ناکامی جلاوطنی کی دھمکی بھی دے دی۔

کاڈموس نے دشت پر دشت، بیاباں پہ بیاباں الٹے مگر اس گوہر گم گشتہ کا کہیں سراغ نہ لگا۔ ناچار وہ ہیکل اپالو پر حاضر ہو کر ہمت خواہ ہوا: اے بزرگ آفتاب، اے یزدان پاک، میری مشکل آسان کر!

رب الشمس نے جواب دیا: خاموش مرغزاروں میں تمہیں ایک بچھیا ملے گی۔ لا ذلول تثیر الارض ولا تسقی الحرث، مسلمۃ لاشیتہ فیھا، لافارض ولا بکر، عوان بین ذالک، فاقع اللونھا، تسر الناظرین:

اس کی رہنمائی میں طئی منزل کرو۔ جہاں وہ گھاس پر بیٹھ جائے۔ وہیں اپنا شہر آباد کرو۔ اور اس جگہ کا نام بوئیطیا (بوئیشیہ) رکھو:

کاڈموس فوراً چل پڑا۔ تھوڑی ہی دور اسے وہ بچھیا مل گئی۔ وہ اسے فیئس کے پایاب جوھڑوں اور اور ولایات پانوپ سے گزرے تو بچھیا ایک جگہ ٹھہر گئی اپنا سر آسمان کی طرف اٹھا کر ڈکارنے لگی اور اپنے دوستوں کی طرف دیکھ کر جو اس کے پیچھے پیچھے آرہے تھے لانبی لانبی گھاس پر دراز ہو گئی۔ کاڈموس نے سجدۂ شکر ادا کیا۔ اس اجنبی مٹی کو چوما۔ ان میدانوں اور پہاڑوں کو سلام کیا جن کی لئے وہ ابھی نامحرم تھا۔

تب حضور جوو میں قربانی پیش کرنے کے لئے اس نے اپنے ساتھیوں کو شست و شو کے لئے چشمے کا تازہ پانی لانے کو کہا۔

وہاں ایک پرانا جنگل تھا جس میں ابھی تک کسی متنفس کا گزر نہ ہوا تھا۔ اس کے بیچوں بیچ ایک غار تھا۔ جہاں ٹھنڈے پانیوں کے چشمے ابلتے تھے۔ اس غار میں پوشیدہ مار مارس (آرس، مریخ، الہ الحرب) رہتا تھا۔ اس نے ایک ایک کر کے ان اجل رسیدہ فینیقی مسافروں کو ہلاک کر ڈالا۔ اور یوں آب حیواں ان کے لئے زہر ہلاہل ثابت ہوا۔

دن ڈھلے انتظار سے تھک ہار کر، اگنور کا بیٹا اپنے رفیقوں کی تلاش میں نکلا۔ اور آخرکار بڑی کش مکش کے بعد اس نے اس موذی سانپ کو مار ڈالا۔ اتنے میں دیوی پیلاس —— اس مرد خجستہ کی مربیہ، پردۂ غیب سے ظاہر ہوئی۔ اس نے اسے زمین میں ہل چلا کر اس میں سانپ کے دانتوں کو بونے اور کرشمۂ قدرت دیکھنے کا اشارہ کیا۔ دیکھتے ہی دیکھتے سیاڑوں سے ہتھیار بند مرد نکلنے شروع ہو گئے۔ اور نکلتے ہی آپس میں گتھ گئے۔ آخر میں پانچ جوان بچ رہے۔ باقی سب کھیت رہے۔ انھوں نے پیلاس کے ایما پر ہتھیار پھینک دئے۔ اور لڑائی سے ہاتھ روک لئے۔ انھی پانچ ساتھیوں کے ساتھ فینیقا کے غریب الوطن شہزادے نے فوئیبس کے ارشاد کے مطابق، شہر کی تعمیر کا کام شروع کیا۔

آن فیون نے شعر و نغمہ کی دیویوں کی مدد سے اس خوبی سے باجا بجایا کہ ایک پہاڑ کے پتھر کھنچ

کھنچ کر نیچے لڑھک آئے اور ان سے شہر تھیبس کی فصیل بن گئی۔

ڈینٹے: (اطالوی شاعر ۱۲۶۵–۱۳۲۱ء)

ہاں اگر وہ دیویاں میری شاعری کی مدد کریں۔ جنہوں نے آن فیون کے لئے تھیبس کی فصیلیں بنانے کو پتھر جمع کردئے۔ تو میرے الفاظ واقعات کے بیان سے بھٹکنے نہ پائیں گے۔

تبسہ —— دریائے نیل کے مشرقی کنارے پر زرخیز و خوش منظر میدان میں واقع تھا۔ اس کے شمال میں کچھ فاصلے پر قرنق کا شہر آباد تھا۔ جہاں بڑے بڑے خوبصورت مندر تھے۔

جب عرب فاتح اس شہر میں داخل ہوئے۔ تو یہاں کے بے شمار عالی شان دیرو معابد، مقبروں اور بت خانوں کو دیکھ کر اسے الاقصر (القصر) کہنے لگے یہاں فرعونوں کا لاتعداد خزانہ اور صدیوں کی تہذیب زیر زمین دفن یا غاروں میں پوشیدہ ہے۔

۱۱- اندروسیکی

تھیبس کے بادشاہ ایتون کی دختر، ہومر (ایلیڈ) کے انتہائی خوبصورت کرداروں میں سے ہے۔ یہ اپنے شوہر ہیکٹر کی سچی چاہنے والی بیوی ہے۔ تیر باران حوادث

میں بھی جو ثابت قدم رہتی ہے۔ اکلیز (یونانی شجاع اعظم۔ اخیل) نے اس کے ابائی وطن کو تاخت و تاراج کردینے کے بعد اس کے باپ اور سات بھائیوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ ماں بیماری سے چل بسی۔ اس کا شوہر نامدار بھی اکلیز ہی کے ہاتھوں اجل کا پیالہ پیتا ہے۔ سقوط ٹرائے کے بعد اس کے دل کے ٹکڑے اسٹایانیکس (سکمیندر) کو فصیل شہر سے نیچے پھینک کر ہلاک کردیا جاتا ہے۔ اور یہ آپ اپنے سب سے بڑے دشمن کے لڑکے نیو پٹولیمس کے حصے میں آتی ہے۔ جو اسے اپی روس لے جاتا ہے اور ہیکٹر کے بھائی ہلینس کے سپرد کردیتا ہے۔ اس کی موت کے بعد یہ ایشیا میں نیوپٹولیمس سے اپنے لڑکے پرگاموس کے پاس آجاتی ہے اور وہیں آخری سانس لیتی ہے۔

۱۲ - ہیکٹر، ہکطور

پریام اور حکوبا کا سب سے بڑا بیٹا، اندرومیکی کا شوہر اور اسٹایانیکس کا باپ۔ بہت بہادر، شریف اور جسورو غیور تھا۔ لیکن بخت ستیزہ جو کی تگرگ باری سے کہاں اماں، آخرکار ٹرائے کی جنگ میں اکلیز کے ہاتھوں مارا گیا۔ جس نے اس کی لاش کو رتھ کے پیچھے باندھ کر تین دفعہ میدان میں گھسیٹا۔

سنکرت علم بلاغت کی رو سے رس یا کیفیت کی نو قسمیں ہیں:

۱ - مادھریہ یا شرنگار رس: وصل و ھجر، حسن و عشق کے جذبات

۲ - بیر رس: عداوت و انتقام ، شجاعت و مرادنگی کے جذبات

۳ - شانت رس: اداسی و سنجیدگی ، سکون و قرار کے جذبات

۴ - کرونا رس: غم و رنج، رحم و رقت کے جذبات

۵ - وی بھیسس رس: ھیبت و استکراہ کے جذبات

۶ - ھاسیہ رس: خندہ ، مزاح ، استہزا کے جذبات

۷ - رودر رس: غیظ و غضب کے جذبات

۸ - بھیانک رس: خوفناکی و دھشت انگیزی کے جذبات

۹ - اوبھت رس: حیرت و استعجاب کے جذبات

---

۱۴ - پرسیفون

پروسرپین: دیمیطر اور زیئس کی بدیع الجمال بیٹی - سسلی میں اینا کے مقام پر ایک دن پھول چن رھی تھی کہ ناگاہ زمین شق ھوئی اور اس میں سے پلوٹو کا رتھ نمودار ھوا - اس ماہ لقا کے حسن گلو سوز کو دیکھا



تو یم دیوتا کو یارائے تحمل نہ رہا ۔ اور وہ اسے زبردستی رتھ میں بٹھا کر ہوا ہوگیا ۔ زئیس نے اس کی ماں کے غصے کو فرو کرنے کے لئے ہرمس کو اسے واپس لانے کے لئے بھیجا بھی۔ لیکن چونکہ یہ ہیڈز (ہیڈیز) کا دیا ہوا انار کھاچکی تھی ۔ (یعنی اس کی ملکہ بن چکی تھی) اس لئے صرف سال کا دوتہائی حصہ روئے زمین پر اپنی ماں کے ساتھ بسر کرسکتی تھی ۔ یہ اوپر ہوتی تو بہار کا موسم ہوتا ۔ نیچے تحت الثریٰ میں اتر جاتی تو خزاں چھا جاتی ۔

۱۵ - ہیکات

رات اور جادو کی دیوی

۱۶ - اڈونس

ڈینٹے : یہ مردود میرا کی روح ہے ۔ جس نے اپنے باپ سے جائز سے زیادہ محبت کی ۔ وہ بھیس بدل کے اپنے باپ کے ساتھ گناہ کرنے گئی تھی ۔

اڈونس شاہزادی میرا اور بادشاہ سنی راس ، باپ بیٹی کے ناجائز ملاپ کا نتیجہ تھا ۔



(اخذوا ' ادوینس " اله الفتوة والجمال من ' ادوناى ، بمعنى السيد او الرب عند الكنعانيين - تموز - مصرى اوسائى رز)

پگمیلین قبرص کا بادشاہ ، اماتھوس کی عورتوں کو سرعام بدکاری کا ارتکاب کرتے دیکھ کر طبقۂ نسواں ھی سے متنفر ھو گیا - اور مدت مدید تک تجرد کی زندگی گزارتا رہا - اس سوز و گداز کے عالم میں اس نے ایک سفید ھاتھی دانت کا معجز نما مجسمہ تراشا --- نور کے سانچے میں ڈھلا - بت تراش کو بے ساختہ اس سے محبت ھو گئی اس بت کے انداز سے ایسا ظاھر ھوتا - کہ کوئی کامنی ابھی خواب نوشیں سے بیدار ھونے والی ھے - بن دھلا مکھڑا ایسا لگتا جیسے کچی چاندی یا دھنکا سونا اٹھتا جوبن گدرا گدرا - گویا ھاتھی دانت نہیں گوشت ھے بھرا بھرایا - ڈھلا ڈھلایا - پگمیلین اس کے سڈول سراپا پر ھاتھ پھیرتا - اس سے باتیں کرتا اس کے بوسے لیتا - اسے ایسا محسوس ھوتا گویا اس کے ھاتھ گدگدے جسم میں کھبے جارھے ھیں - وہ ڈرتا کہیں ناخن سے گورے ملائم پنڈے میں خراش نہ آجائے - اس نے اسے گنگا جمنی جوڑا پہنایا انگلیوں کو انگوٹھیوں سے مزین کیا - گردن میں ھار، کانوں میں جڑاؤ آویزے ڈالے - قبرص میں زھرہ دیوی کا تہوار آیا - تو اس نے نہایت خشوع و خضوع سے دعا مانگی: اے پوتر دیوی ، مجھے بطور راج رانی کے دان کر . . . . . آگے عاج کی

دوشیزہ ، وہ نہ کہہ سکا ۔ وینس جو بنفس نفیس اس تہوار میں شریک تھی ۔ اس کا مدعا بھانپ گئی شعلے تین بار آتشیں زبان کی شکل بناتے ہوئے بلند ہوئے ۔ یہ قبولیت کی نشانی تھی ۔

پگمیلین خوش خوش محلسرا پہنچا ۔ اور سیدھا اس مجسمے کے پاس گیا ۔ اس میں گرمی تھی ۔ کورے ہونٹوں پر نشیلی جوت تھی ۔ کنوارے جسم میں کومل کومل باس تھی ۔ اسے اپنی آنکھوں پر یقین نہ آتا تھا ۔ اس نے اس پر ہاتھ پھیرا تو ایک نئی حرارت کو اپنے اندر منتقل ہوتے ہوئے محسوس کیا ۔ آخر کار بیقرار لب لبوں سے پیوست ہوگئے ، عقیق نیلم بنا گدر ہونٹوں کی لالی پر اداہٹ چھاگئی ۔ اس نوبہار نشاط کے چہرے پر حیا کی جھلکیاں دوڑ گئیں ۔ آہستہ آہستہ اس نے مخمور غلافی آنکھیں اوپر اٹھاتے ہوئے اپنے عاشق اور دن کی روشنی کو بیک وقت دیکھا ۔ اور جھینپتے جھجکتے آغوش محبت میں سما گئی ۔ بزم وصال پنجم اور کھرج سروں سے گونجنے لگی ۔

وینس نے ان کی شادی میں شرکت کی اور عاشق و معشوق کو نوید خوش اقبالی دی ۔

پگمیلین کی دلہن گلاٹیا کے ہاں ایک لڑکا پیدا ہوا، پافوس جس کے نام پر جزیرے کا نام پڑا ۔ پافوس کی

اولاد سنی راس تھا - سنی راس کی سانوری بیٹی شاہزادی میرا کے دامن کے بہت خواستگار تھے - مگر اس کمبخت کے من میں تو انہونی آگ لگی تھی کہ چھپائے نہ چھپے بتائے نہ بنے -

بقول اووڈ :

ہم خریدار ہیں ہر لذت ممنوعہ کے
جو میسر نہ ہو اس کے لئے للچاتے ہیں

ایک دن انتہائے نومیدی میں وہ گلے میں پھندا ڈال کر خودکشی کرنے ہی والی تھی کہ اس کی آیا کے کان میں بھنک پڑ گئی - وہ دوڑی دوڑی اس کے پاس آئی - سفید چونڈا کھول ڈالا ، کھوکھلی چھاتیوں کو بے تحاشا پیٹنا شروع کردیا - اور شاہزادی کو اپنے دودھ کا واسطہ دے کر پوچھا کہ اس کے جی کو کونسا روگ لگا ہے - آپا کی مسلسل منت سماجت پر لڑکی نے ڈبڈبائی آنکھوں سے اسے دیکھا اور کہا : میری ماں کیسی خوش نصیب ہے کہ اسے ایسا شکیل شوہر ملا ہوا ہے - آیا نے ایک جھرجھری سی لی - ہیبت ناک حقیقت واضح ہوکر سامنے آگئی - وہ کپکپا اٹھی ، آخر کو ایک ہی کایاں تھی - واری صدقے ہوتے ہوئے اس ادھ ماتی سے بولی : مری بیٹی تیری خواہش . . . آگے ' پوری ہوگی ' کے الفاظ وہ ادا نہ کرسکی -

سیرس (دیمیطر) دیوی کا سالانہ تہوار آیا - جس میں

عورتیں برف جیسے اجلے کپڑے پہن کر گندم کے خوشوں کے ہار ——— فصل کے پہلے پھل ——— بھینٹ چڑھاتی ہیں۔ اور نو راتوں تک منورا جھومک کی لے میں بہتی، کھل کھیلتی اور بے روک ٹوک داوں کے ارمان نکالتی ہیں۔ سنکریس ملکہ بھی دوسری بیگمات کے ساتھ ان خفیہ رسوم کو ادا کرنے گئی ہوئی تھی۔ موقع غنیمت جان کر آیا نے سنی راس کو مے پلا کر مدھوش کر دیا، اس پر فدا ہونے والی متوالی کا ذکر چھیڑا اور بغیر نام لئے اس کے روپ سروپ کی تعریف کی اس کی عمر کیا ہے؟ 'بس یہی اپنی میرا کی ہم عمر ہوگی، کٹھنا پا رنگ لایا' بادشاہ نے طلبی کا اشارہ کیا۔ اور رات کی تاریکی میں جب پوری کائنات محو خواب ہوتی ہے میرا نے سیندور کی جگہ کلنگ کا ٹیکہ اپنے ماتھے پر لگالیا۔

چاند آسمان چھوڑ کر بھاگ گیا۔ ستاروں نے کالے بادلوں میں منہ چھپالیا۔ رات کی قندیلیں بجھ گئیں۔ اگلی رات پھر شاہی خوابگاہ کے کواڑ اسی طرح کھلے اور بند ہوئے اور پھر اگلی رات کہ ناگاہ سنی راس کو پتہ چل گیا۔ طیشناک ہو کر تیغہ لینے کو لپکا۔ میرا خوف زدہ ہو کر بھاگ نکلی۔ نو مہینوں تک مقہور و مفرور دشت و صحرا کی خاک چھانتی رہی آخر سرزمین سبائی میں اس نے گڑگڑا کر دعا کی: مجھے جیون مرن کے چکر سے نکال اے پاک دیوی، کاش مری جون بدل جائے۔ وہ یہ

کہتے ھی مر کے درخت میں تبدیل ھو گئی - اب بھی اس کے آنسو قطرہ قطرہ ٹپکتے رہتے ھیں - جنھیں لوگ رقیق مر کہتے ھیں - اسی حالت میں اس پر وضع حمل کی کیفیت طاری ھوئی - درخت میں لرزش ھوئی - کراھوں کی سی آواز آئی - اور آنسو سہاوٹ کی طرح ٹپکنے لگے - آخرکار تنا پھٹا اور دراڑ میں سے یہ زندہ بوجھ —— اڈونس باھر گر پڑا -

حسن و جمال میں یہ کیوپڈ (اسی روس) کو بھی مات کرتا تھا - ایک دن بے خیالی میں کیوپڈ نے اپنے مدن بان سے ماں کے سینے کو زخمی کردیا - اور ستھریا کی دیوی اس گبھرو جوان اس فانی انسان کے عشق میں مبتلا ھو گئی - اڈونس ایک دن اثنائے شکار میں بابلوس' لبنان میں اس دریا کے دھانے پر جسے اب نہر ابراھیم کہتے ھیں ایک جنگلی سؤر کے ھاتھوں بری طرح زخمی ھو گیا - زھرہ (ناھید — کلدانی — ملیطہ' بلیتی' آرامی — اشطر) اس وقت اپنی ھنس جتی گاڑی میں پرواز کر رھی تھی - اس نے اچانک نیچے جو نگاہ کی تو اپنے دلبر کو جانکنی کے عالم میں دیکھا گاڑی سے بے ساختہ چھلانگ لگاتے ھوئے اس نے اپنا گریبان چاک کرڈالا، بال نوچنے شروع کردئے، چھاتیوں کو ھاتھوں سے پیٹنے اور آجال کو کوسنے لگی - کہنے لگی کہ میں تمھاری خواھش کو ھرگز ھرگز پوری نہ ھونے دوں گی -

اڈونس کی موت کا منظر ہر سال دھرایا جائے گا۔ اور میرے غم کی یہ نشانی امٹ ہوگی۔ اس کا خون ایک پھول میں تبدیل ھوجائے گا یہ کہتے ہوئے اس نے اڈونس کے جسم پر خوشبودار نکتار چھڑکا، معاً خون میں بلبلہ سا پیدا ھوا۔ اور دیکھتے دیکھتے ایک پھول انیمون اگ آیا — نرم، معطر، لہو رنگ انار کی طرح۔

۱۷ - رڈھو پوس، دریشہ

تھریسی الاصل، ساموس کے ھیفسطوپولس کے بیٹے عید مون کی کنیز اور یوں لقمان — حکایات نگار، کی خواجہ تاش تھی۔

(لقمان (ایسپ) ۶۲۰ ق م تا ۵۶۰ ق - م — بزمانۂ سولن۔ افلاطون لکھتا ھے کہ سقراط نے قید خانے میں ایسپ کی کہانیوں کو نظم کرنا شروع کیا تھا۔ ارسطو اور لوشین ان کا حوالہ دیتے ھیں)۔

زینتھیئس سامی اسے مصر لے آیا۔ جہاں مٹی لین کے کاراکوس — سیکمند رونیمس کے بیٹے اور شاعرہ سیفو کے بھائی نے زر کثیر دے کر اسے آزاد کرالیا۔

نیو قریطس کا بلدہ طوائفوں کے لئے مشہور تھا۔ کیونکہ نہ صرف رڈھوپوس وھاں رھی اور اتنی مشہور

ہوئی کہ یونان کا بچہ بچہ اس کے نام سے واقف تھا۔ بلکہ بعد میں آرکیڈس بھی تھی۔ جس کے فسانے اگرچہ رڈھوپوس کی طرح اتنے عام تو نہ تھے۔ تاہم یونانی شاعری ملک کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک اس ذکر سے مملو تھی ——

ہیرو ڈوٹس: التواریخ، کتاب دوم

۱۸- نیرئیس

نپٹوس اور گیا کا سب سے بڑا لڑکا، اوشنس (الاہ البحر المحیط) کی بیٹی ڈورس کا خاوند۔ پچاس یا بقول بعض دو سو نیرئیڈوں یعنی جل پریوں (بنات البحر، عروسانِ بحر) کا باپ' ایک بوڑھا اور باوقار شخص۔ جو تمام سمندری دیوتاؤں کی طرح انترجاسی (عالم الغیب) ہے اور جب چاہے اپنی شکل تبدیل کرسکتا ہے۔ اس کے ہاتھ میں ترسول اور سر پر بالوں کی بجائے سمندری گھاس کے پتے ہیں۔ اس کی روپ سہائی چترنی بیٹیاں بھی اس کی طرح نرم طبیعت کی مالک ہیں۔ اور انسانوں کے لئے حساس و دردمند دل رکھتی ہیں۔ وہ عام طور پر سمندر کی گہرائیوں میں رہتی ہیں۔ لیکن کبھی کبھی دل بہلانے یا طوفان زدہ ملاحوں کی دستگیری کرنے کے لئے سطح پر آجاتی ہیں۔

۱۹

عطرس کے فرزند - اغا ممنون اور منی لاس

تھائیٹس نے عطرس کو قتل کر کے انہیں مائیسینیا سے نکال دیا۔ تو یہ اسپارٹا میں پناہ گزیں ہوئے۔ جہاں کے بادشاہ تندراؤس نے اپنی دو لڑکیاں کلائی ٹمنسٹرا اور ھیلن ان کے عقد میں دے دیں - بعد میں منی لاس تو اپنے خسر کی سلطنت کا وارث بنا - اور اغاممنون نے دوبارہ اپنی آبائی سرزمین پر قبضہ کرلیا - ٹرائے کی جنگ میں اغاممنون یونانیوں کا سپہ سالار تھا - جس نے سب حلیف آخائی شہزادوں کو اپنے علم تلے اکٹھا کرلیا تھا - اس نے لڑائی میں سو جہاز جنگجوؤں سے بھرے جھونکے تھے اور اپنی بیٹی افی جینیا کی بھینٹ دی تھی - واپسی پر شہزادی قصندرہ (سکندرہ) اسیر ہوکر، اس کے ساتھ آئی - اسکی ملکہ کلائی ٹمنسٹرا نے اپنے آشنا ایگستھس کے ساتھ مل کر، اسے نہاتے ہوئے جال میں پھنسا کر ھلاک کر دیا -

بعد میں اس کے بیٹے اورسٹس اور بیٹی الیکٹرا نے اپنی اماں اور اس کے عاشق کو قتل کر کے اپنے باپ کا انتقام لیا -

۳۰ - سکیمندر

ایشیائے کوچک کا ایک دریا جو ٹرائے کے قریب سمندر میں گرتا تھا -

۲۱ - ڈائیونی سس

باخوس، باکس، سوما، شراب کا دیوتا:
مانح البشر الخمرة دواءً لهم من عفوصه" الشيخوخه" ليعودوا فتياناً بالذهول عن الكآبه" وانتقال خلق النفس من الشدة الى السلامه" ـــــــــ البيرونی ـ کتاب الهند ـ

تھیبس میں پیدا ہوا ـ زئیس اور سیمیلا (کاڈموس اور ہرمونیا کی بیٹی) کا بیٹا تھا ـ حرا نے سوکناپے کی جلن میں سیمیلا کی کھلائی بروئی کا روپ دھارا اور بھولی بھالی سیمیلا کو ترغیب دی کہ وہ سوگند لے کر زئیس سے جلالی صورت میں نمایاں ہونے کی فرمائش کرے ـ جب زئیس بجلی اور رعد کے ساتھ ظاہر ہوا ـ تو یہ سیمتن تجلیوں کی تاب نہ لاسکی اور شعلوں میں بھسم ہو گئی ـ مرتے مرتے اس نے چھ ماہ کے بچے ڈائیونی سس کو جنم دیا ـ جسے زئیس نے آگ سے بچا کر اپنی ران میں سی لیا ـ یہاں تک کہ مقررہ میعاد پر اس کی ازسرنو ولادت ہوئی ـ

بیٹے نے دیوتا بن کر اپنی ماں کو پاتال سے نکال کر تھائیون (تھیئون) کے نام سے زینت افلاک بنادیا ـ



مطبوعات